بیاد مجدد دین و ملت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی

جب ہم درویش تھے

حضور اکرم ﷺ کے معاشی شب و روز

صداقت ...... اُسوۂ حسنہ

اسلامی بینکاری

امام احمد رضا اور خدماتِ علوم و فنون

میلاد النبی سوالات کی روشنی میں

دعوتِ فکر و عمل

عنواناتِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ

سالانہ عرسِ مبارک حکیم محمد موسیٰ امرتسری

منقبت اعلیٰ حضرت

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے افکار کا حقیقی و تحقیقی ترجمان

مدیر: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

جلد ۲۰۔ فروری ۲۰۱۴ء / ربیع الآخر ۱۴۳۵ھ شمارہ ۱۹۹

قیمت فی شمارہ:-/20 روپے سالانہ چندہ-/250 روپے

مرکزی مجلس رضا

19/B جاوید پارک شاد باغ لاہور

خط وکتابت اور ترسیلِ زر کا پتا: **مسلم کتابوی**، گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ لاہور

Email: muslimkitabevi@gmail.com, 042-37225605

جب ہم درویش تھے (ماضی کے جھروکوں سے)

علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

ہم سے درویشوں کی اے اہلِ جہاں قدر کرو
ہم سے درویشوں کا تاریخ میں نام آتا ہے

یہ ۱۹۳۹ء کی بات ہے۔ ہم ان دنوں درویش تھے۔ قرآن پڑھنا، یاد کرنا، قاری بننا، فرش پر سونا، اینٹوں کا سرہانہ بنانا، دری کا بچھونا اور ٹاٹ کا فرش، سوکھی روٹی، کچی لسی، نہ کوئی دُکھ نہ درد، نہ کوئی غم نہ فکر۔

ہمارے استادِ مکرم مولانا محمد نبی بخش المعروف بہ ''حلوائی'' تھے۔ مگر ہمیں پڑھانے والے چھوٹے استاد تھے جو ہمارے کان مروڑنا اپنا حق جانتے تھے۔ ہم بھی ایسے بے نیاز کہ مار کھا کر بھی برا نہ مناتے۔ بلکہ ان کے پاؤں دبانے کو ثواب جانتے۔

کتنے نازک ہیں تیرے ہاتھ کہ میر　　　مار کھا کے بھی بدمزہ نہ ہوئے

مولانا محمد نبی بخش حلوائی ایک عالم اجل تھے۔ ۱۵ جلدوں میں ''تفسیر نبوی'' لکھی تھی۔ پنجابی میں۔ پھر پنجابی شعروں میں۔ وہ ہم درویشوں کو کچھ نہ کہتے۔ ہم اودھم مچاتے، وہ پیار کرتے۔ ہم شور مچاتے تو وہ مسکرا دیتے۔ ہم نے پہلی بار سعدی کا ''کریما'' پڑھنا شروع کیا تو استاد ہمیں ''کریما بہ بخشائے بر حالِ ما'' بار بار یاد کراتے۔ حضرت علامہ حلوائی سنتے تو

سوارِ جہاں گیر یک راں براق　　　کہ بگذشت از قصرِ نیلی رواق

خاص طرز اور اونچی آواز سے پڑھاتے۔ ''یک ران'' کا معنیٰ سمجھاتے کہ اس براق پر پہلے کسی نے سواری نہیں کی تھی۔ ''قصرِ نیلی رواق'' کا معنیٰ بتاتے نیلے آسمانوں کو پیچھے چھوڑ گئے تو حضور کے واقعہ معراج کا ذکر کرتے۔ جن لوگوں نے کریما پڑھا ہے وہ ان شعروں کی مٹھاس کو محسوس کریں گے۔

ہم روکھی سوکھی کھا کر ٹھنڈا پانی پی لیتے۔ مگر ہمارے استاد ہمارے لیے نفیس کھانے تیار

کراتے اور اپنے سامنے بٹھا کر کھلاتے۔ کوئی درویش کونے میں بیٹھے کھانا کھاتا تو اسے اپنے سامنے لاتے اور خوب کھلاتے۔ صبح کی نماز کے بعد ایک سفید چادر بچھتی۔ اس پر کھجور کی گٹھلیاں پھیلا دی جاتیں اور ہم سارے درویش مل کر درود شریف پڑھتے۔ طالب علم، استاد، مہمان، نمازی، زیرِ تربیت سالک اور خود حضرت درود شریف پڑھتے۔ یہ روز کا معمول تھا۔ ہم جب تک درویش رہے درود شریف پڑھتے رہے۔ نہ حساب نہ شمار'' درود بے شمار ہا، ہزار ہا، ہزار ہا''

ایک دن مسجد کے دروازے کے سامنے دو برقع پوش خواتین کو کھڑے دیکھا۔ ایک خاتون دوسری کو کہہ رہی تھی کہ اس مسجد کے درویشوں کے پاس ''جنت کی کنجیاں'' ہیں۔ ہم بڑے خوش ہوئے۔ اپنے استادِ مکرم سے پوچھا یہ عورتیں یہ باتیں کہہ رہی تھیں۔ فرمایا تم نے ''پند نامہ'' نہیں پڑھا۔ اس میں لکھا ہوا ہے:

ع حبِ درویشاں کلیدِ جنت است

اُس دن سے ہم سارے درویش محسوس کرنے لگے کہ واقعی ہمارے پاس ''جنت کی کنجیاں'' ہیں۔ ہم کسی دنیادار، مالدار اور امیر آدمی کو خاطر میں نہ لاتے۔ کیونکہ ہم جنت کے ''چابی بردار'' تھے۔

ہمارے استاد کے پاس ایک ایسا عمل تھا کہ اگر کوئی شخص گم ہو جائے تو اس عمل کی وجہ سے واپس گھر آ جاتا تھا۔ لاہور کے ایک امیر آدمی کی خوبصورت بیوی فلمی دنیا کے فنکاروں کے ہتھے چڑھ گئی۔ وہ اسے فلم ایکٹریس بنانے کا جھانسا دے کر بمبئی لے گئے۔ خاوند نے بڑے جتن کیے مگر اس کی بیوی واپس آنے کا نام نہ لیتی تھی۔ وہ پریشان حال ہمارے استادِ گرامی کے پاس آیا۔ بیوی کی واپسی کی التجا کی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آہ و زاری سے التماس کر رہا تھا کہ ''میری بیوی کو واپس بلایا جائے۔'' ہمارے استاد نے ہم درویشوں کو آواز دے کر بلایا اور کہا کہ اس بابو کی بیوی بھاگ گئی ہے۔ کون واپس لائے گا؟ ہم سب درویشوں نے مل کر کہا: ''ہم لائیں گے۔'' استادِ مکرم اس بابو کو فرمانے لگے جاؤ کمہار کی دکان سے کورے برتن کی ٹھیکریاں لے آؤ۔ تمہاری بیوی گھر آ جائے گی۔ وہ ٹھیکریاں دے کر چلا گیا۔ ہمارے استاد نے ان ٹھیکریوں پر کچھ لکھا اور آگ کے شعلوں میں رکھ دیا۔

دس دن گزرے تھے تو وہی شخص ایک خوبصورت عورت کو ساتھ لے کر مسجد میں آیا۔ اس کے ساتھ چار نوکروں نے چار مٹھائی کے ٹوکرے اٹھائے ہوئے تھے۔ ہمارے استاد کے سامنے رکھ

دیے۔ پاؤں کو چھوتے ہوئے کہنے لگا: ''بابا جی میری بیوی آ گئی ہے۔'' ہم نے اس شخص کی آنکھوں سے غم کے آنسو بھی دیکھے تھے مگر آج خوشی کے آنسو بھی دیکھے۔ حضرت نے فرمایا: ''درویشو! مٹھائی کھاؤ۔ تمہاری دعا سے اس کی بیوی واپس آ گئی ہے۔''

ہم سارے درویش اتنے زوردار درویش تھے کہ اگر کوئی دولت مند، دنیادار، پیسے والا ہمیں حقارت کی نظر سے دیکھتا یا ہمیں ڈانٹتا تو ہمارے استاد مولانا نبی بخش اسے برملا کہتے: ''تم میرے درویشوں کو ڈانٹتے ہو آئندہ میری مسجد میں نہ آنا۔'' ہم لاہور کے بازاروں میں یوں پھرا کرتے تھے کہ جیسے ہم سارے لاہور کے مالک ہیں۔ سحری اٹھنا، تہجد پڑھنا، علی الصبح درود شریف کے حلقے میں بیٹھ کر درود شریف پڑھنا، سارا دن کتابیں پڑھنا اور عصر کے بعد ''ختم خواجگان'' پڑھنا ہمارا معمول تھا۔ کریما، نامِ حق، پندنامہ پڑھنے کے بعد ہم نے سعدی شیرازی کی گلستان اور بوستان پڑھنی شروع کر دی۔ اور ''ضَرَبَ یَضْرِبُ'' کی ضربیں لگانا شروع کیں۔ جن لوگوں نے درویشوں کی یہ ضربیں دیکھی ہیں وہ ان کے مقامات کی بلندی کو محسوس کر سکتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ یکی دروازے کے اندر ایک امیر آدمی رہتا تھا اسے ایک مقدمہ میں سزائے موت ہو گئی۔ اس کی اپیل ''پریوی کونسل لندن'' (ان دنوں سپریم کورٹ) میں گئی ہوئی تھی۔ اس سزایافتہ امیر آدمی کی بیوی آہ و فغاں کرتی حضرت مولانا نبی بخش حلوائی کے پاس آئی، ''بابا جی میرے خاوند کو بچالو! اس کی اپیل پریوی کونسل لگی ہوئی ہے۔'' ہمارے استادِ گرامی نے ہم سب درویشوں کو بلایا اکٹھا کیا اور کہا: درویشو! اس بی بی کے خاوند کو سزائے موت سے کون بچائے گا؟ ہم نے مل کر نعرہ لگایا کہ ''ہم بچائیں گے۔'' حضرت مولانا نے اس بی بی کو فرمایا کہ ان درویشوں کو ہر روز گھر لے جایا کرو اور ایک لاکھ پچیس ہزار بار ''آیہ کریمہ'' پڑھاؤ۔ ہم ہر روز اس کے گھر جاتے اور ''آیہ کریمہ'' پڑھ کر آ جاتے۔ وہ بڑی امیر عورت تھی۔ دو دنوں بعد اس عورت نے درویشوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اگر کوئی درویش ایک دفعہ ''آیہ کریمہ'' پڑھ کر چار گٹھلیاں گرا دیتا تو اسے ڈانٹتی اور دوبارہ پڑھاتی اگر کوئی درویش اونگھتا تو اس کا کان پکڑ کر اس کو جگاتی۔ ہم سارے درویش اس کی سختی سے بڑے تنگ تھے۔ پڑھتے پڑھتے زبانیں تھک جاتیں۔ بیٹھے بیٹھے ہمارے گھٹنے درد کرنے لگتے۔ وہ بی بی درویشوں پر بڑی سختی کرتی۔ ایک ایک شمارے پر نگاہ رکھتی۔ ہم نے استاد سے شکایت کی حضرت اس کا خاوند پھانسی لگنے لگا ہے مگر گھٹنے ہمارے درد کرنے لگے ہیں! حضرت

مولانا نے اسے بلایا اور فرمانے لگے کہ اگر تو نے اپنے خاوند کو بری کرانا ہے تو ان درویشوں کو خوش رکھا کرو، یہ کسی کے باپ کے نوکر نہیں ہیں۔ یہ اللہ کے سپاہی ہیں ان کے ہاتھوں میں زندگی اور موت کے پروانے ہیں ان کو خوش رکھو۔

دوسرے دن ہم پڑھنے گئے تو وہ عورت ایک ایک بچے (درویش) کا منہ چوم رہی تھی۔ اس کے لیے حلوا تیار کروا رہی تھی۔ ہر ایک درویش کے لیے نیا کپڑا سلا سلا کر پہنا رہی تھی۔ ''میں صدقے جاواں''، ''میں واری جاواں!'' پیار کر رہی تھی۔ ایک لاکھ پچیس ہزار بار آیت کریمہ ختم ہوا تو ہمیں اس بی بی نے نئے سوٹ پہنائے۔ رنگا رنگ کھانے کھلائے۔ جیبوں میں کھڑکنے والے سکے ڈالے گئے۔ ہم خوش خوش اپنی مسجد میں آئے۔ تین دن بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ لندن سے تار آ گیا کہ ''وہ شخص بری ہو گیا ہے۔''

ان سارے واقعات میں ہمارے استادِ گرامی حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی کے عملیات کام کر رہے تھے۔ مگر وہ کریڈٹ ہم درویشوں کو دیتے تھے۔ اگرچہ ہم سارے درویش بس درویش ہی تھے مگر اس زمانے میں ایسے ''درویش نواز'' لوگ بھی تھے جن کا وجود آج کے دولت مند معاشرے میں دور دور تک نہیں ملتا۔

ہمیں یاد ہے کہ مصری شاہ لاہور میں ایک کشمیری خاندان رہتا تھا۔ جس کی خواتین ''قصیدہ بُردہ'' کی حافظ تھیں۔ جب مل کر قصیدہ پڑھتیں تو ان کے گھر کے در و دیوار جھوم اُٹھتے۔ میں اس محفل میں اکثر حاضر ہوتا۔ نعت سناتا اور داد پاتا۔ ایک وقت آیا کہ میرا گلا بیٹھ گیا۔ گھر کی بڑی خاتون نے مجھے پوچھا کہ تمہارے گلے کا کیا علاج ہوگا۔ میں نے فوراً کہا حکیم صاحب نے کہا ہے کہ صبح کے وقت دیسی گھی کا گرم گرم حلوا کھاؤ تمہارا گلا ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن مجھے کہیں سے گرم حلوا نہیں ملتا۔ اب اس بی بی کی قبر پر اللہ اپنی رحمتوں کے بادل برسائے۔ ہر صبح حلوا تیار کرتی مجھے بلاتی اور کھلاتی۔ ایک دن اس کے خاوند نے پوچھا کہ یہ کون لڑکا ہے جس کے لیے ہر روز حلوہ تیار کیا جاتا ہے اور ہمیں پوچھا تک نہیں جاتا۔ مجھے یاد ہے اس بی بی نے کہا: ''تم کیا ہو یہ تو نعت خوانِ رسول ہے۔'' میں اس بی بی کو کن الفاظ سے یاد کروں جو نعت خوانِ رسول سے حسنِ سلوک کر کے اپنے خاوند کی بھی پروا نہیں کرتی تھی۔ ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ ہم جہاں تھے وہاں درویشوں کی ایک جماعت تھی۔ ان میں سے ہر شخص آج کروڑ پتی ہے اپنی کوٹھیاں ہیں۔ اپنی

کاریاں ہیں۔ اپنے کاروبار ہیں۔ اپنی اولاد ہے اپنی سوسائٹی ہے۔

خاکسارانِ جہاں را بہ حقارت منگر

ہمارے استاد، ممتاز عالم دین، بلند پایہ شاعر تھے پنجابی شعروں میں انہوں نے ۱۵ جلدوں میں تفسیر لکھی تھی۔ اردو و فارسی، عربی میں ان کا کلام چھپا۔ وہ سلسلہ نقشبندیہ، مجددیہ سے وابستہ تھے۔ مولانا غلام قادر بھیروی کے خاص شاگرد تھے۔ پیر عبدالغفار شاہ کاشمیری کے حلقۂ درود کے تربیت یافتہ تھے۔ مناظرِ اسلام مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری کے خلیفہ مجاز تھے۔ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی علی پوری کے خلیفہ ثانی تھے۔ ان کی مجالس میں کئی سالکانِ طریقت زیرِ تربیت رہتے تھے۔ ہم ان کے درویش تھے۔ بیمار ہوتے تو "پیر برہان" کے مزار سے تین کنکریاں لاکر گلے میں باندھ لیتے۔ تندرست ہوتے تو کنکریاں مزار پر رکھ آتے اور مزار کے اردگرد منڈلانے والے کووں کو میٹھی روٹیوں کے ٹکڑوں کا صدقہ دیتے۔

دہلی دروازے کے باہر جہاں آج "مسجد میلاد" کھڑی ہے یہ ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ اس کے امام افغانستان کے ایک پٹھان تھے۔ گھڑیاں مرمت کر کے روزی کماتے لوگ انہیں "مسیح الساعات" کہتے۔ ہم بیمار ہوتے تو وہ بادام کی تین گریوں پر "یاہارو یامارو" لکھ دیتے۔ ہم تندرست ہوجاتے۔ ہم نے یہ طریقہ بنالیا کہ جو بھی بیمار ہوتا اس کو "یاہارو یامارو" پڑھ کر دم کر دیتے۔ وہ تندرست ہو جاتا۔ ہم محسوس کرتے تھے "یاہارو یامارو" کوئی جنات یا مؤکل ہیں جن کے نام سے بیماری بھاگ جاتی ہے۔ حضرت سے ایک دن پوچھا تو فرمانے لگے یہ "ہارو یامارو" جنات نہیں ہیں۔ یہ "یاہاروت و یاماروت" ہے۔ بعد میں ہم کئی سال ہاروت و ماروت کے ناموں سے کام چلاتے رہے اور لوگوں کا علاج کرتے رہے۔

ع یہ درویشی تھی جس پر تھے فدا حاذق زمانے کے!

جب ہم درویش تھے، بادشاہ تھے۔ جہاں جاتے لوگ عزت کرتے، پیار کرتے، پاس بٹھاتے، دعا کراتے۔ ہم دن کو گلستاں پڑھتے، بوستاں پڑھتے، ابواب الصرف پڑھتے، نحو میر پڑھتے، صرفیوں کی زبان چلاتے، نحویوں کے دماغ رکھتے، منطقیوں کی سوچ رکھتے، فلسفیوں کی فکر رکھتے۔ بوعلی سینا اور فارابی کی باتیں سنتے۔ ہم درویش تھے کتابیں پڑھتے۔ رات کے وقت سبق یاد کرتے۔ سحری کے وقت تہجد پڑھتے۔ صبح کی نماز کے بعد درود پڑھتے جب محفل نعت جمتی تو لوگوں کو نعت سناتے۔

میں بلبل باغ مدینے دی ہاں کی کرناں ایں باغ بہاراں نوں

میں وچھڑی احمد پیارے دی ہاں اگ لاواں ان گلزاراں نوں

لوگ سنتے، پھول نچھاور کرتے۔ گلے میں ہار ڈالتے۔ لیکن یہ قصہ آج سے ۶۴ سال پہلے کا ہے۔ جب ہم درویش ہوا کرتے تھے!

خاکساران جہاں را بہ حقارت منگر ۔۔۔ تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

ہمارے استادِ گرامی مولانا نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ جمعرات کو ظہر کی نماز پڑھ کر حضرت داتا گنج بخش کے مزار کی حاضری کے لیے پیدل روانہ ہوتے۔ ان دنوں دہلی دروازے سے لے کر بھاٹی دروازے تک ایک بڑا خوبصورت باغ تھا (جو ان دنوں تجاوزات کی نذر ہو چکا ہے) اس کے درمیان ایک صاف ستھرا راستہ تھا جس پر چلتے چلتے ہم اپنے استاد کے اردگرد داتا دربار پہنچ جاتے۔ ظہر کے بعد سورج ہمارے سامنے ہوتا گرمی لگتی۔ آنکھیں چندھیا جاتیں۔ مگر ہم سب اپنے استاد کے اردگرد پیدل آتے۔ حضرت تو مزار پرانوار پر "مراقبے" میں بیٹھ جاتے، ہم ادھر ادھر گھومتے رہتے۔ سورج ڈھلتے ہم واپس آتے تو ہمارے استاد ہمارے لیے تانگے مہیا کرتے۔ ہم شان و شوکت سے بھاٹی دروازے سے دہلی دروازے آتے۔ ہم نے خیال کیا کہ حضرت ایک طرف کا کرایہ بچانے کی غرض سے یک طرفہ تانگے مہیا کرتے ہیں۔ ہم نے عرض کی حضرت آتے وقت دھوپ، گرمی اور سامنے سورج ہوتا ہے۔ واپسی پر موسم ٹھنڈا ہو جاتا ہے تانگوں پر دہلی دروازے سے آتی بار آنا چاہیے۔ ہمارے اس بچگانہ مطالبہ پر آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ مسکرائے۔ فرمایا: جب کسی بزرگ کی زیارت کو جاؤ تو پیدل جاؤ۔ ادب سے جاؤ۔ افتاں خیزاں جاؤ۔ دھوپ گرمی برداشت کرو۔ حاضری کے بعد اپنی مرضی سے واپس جاؤ۔ آج ہم سوچتے ہیں تو اپنے استاد کی بات کتنی اچھی لگتی ہے۔

تیرے کوچے ہر بہانے میرا افتاں خیزاں آنا

کبھی دوڑے دوڑے آنا، کبھی اشک ریزاں آنا

(جہانِ رضا، لاہور۔ اگست ۲۰۰۷ء)

❖❖❖❖

حضورِ اکرم ﷺ کے معاشی شب و روز

محمد زکریا عمرانی

حضور ﷺ کی زندگی کا ہر لمحہ

آنحضرت ﷺ کی زندگی کا ہر لمحہ قابلِ ستائش اور قابلِ رشک اور آپ ﷺ کا ہر قول و فعل رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ آپ ایک ہی وقت میں ہادی بھی تھے اور مرسل بھی، غازی بھی تھے اور تاجر بھی، آپ ﷺ کی ساری زندگی اس لحاظ سے قابلِ صد افتخار ہے کہ آپ ﷺ اپنی عمر کے کسی بھی حصہ میں معاشی لحاظ سے کسی پر بوجھ نہیں بنے۔ آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے کام کرتے اور اپنی روزی خود کماتے، نہ صرف اپنے لیے بلکہ محتاجوں، مفلسوں اور تہی دستوں کے لیے بھی۔ آپ پر زندگی میں فراخی اور کشادگی کے وقت بھی آئے مگر آپ ﷺ نے کبھی بھی عیش و عشرت اور امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ کو پسند نہ کیا بلکہ زاہدانہ زندگی کو اپنایا اور قلب و روح کی آبیاری ذکرِ الٰہی سے فرمائی۔

بچپن میں

بچپن کا زمانہ جس بادشاہی دَور سے تعبیر کیا جاتا ہے جب کہ بچے کو کھیل کود سے بڑھ کر اور کوئی چیز عزیز نہیں ہوتی، مگر قربان جایئے سید المرسلین ﷺ پر کہ اس زمانے میں بھی لہو و لعب سے احتراز کرتے تھے اور کام کاج میں حتی المقدور خاندان کا ہاتھ بٹاتے تھے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنا اور اپنی روزی کا انحصار دوسروں پر کرنے کو پسند نہ فرماتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی رضاعی والدہ آپ ﷺ سے بہت زیادہ محبت کرتی تھیں۔ آپ ﷺ بھی ان کی ہر خواہش کا احترام کرتے اور ہر ممکن طریق پر خدمت کے لیے تیار رہتے اور اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریوں کا ریوڑ چرانے چلے جاتے، حالانکہ اس وقت آپ ﷺ کی عمر زیادہ سے زیادہ پانچ سال کی تھی، جب آپ ﷺ کی عمر دس بارہ سال کی ہوئی تو آپ ﷺ نے بڑی سرگرمی سے اپنے چچا کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ آپ نے اپنے ہم عمروں کے ساتھ بکریاں بھی

چرائیں۔ عرب میں اونٹ، بکریاں چرانا کوئی عیب کی بات نہ سمجھی جاتی تھی، اچھے اور شریف گھرانوں کے بچے بھی بکریاں چرایا کرتے تھے۔

میدانِ تجارت میں

جوان ہوتے ہی آپ ﷺ نے تجارت کو بطور پیشہ اختیار کیا، کیونکہ یہ قریش کا پرانا مشغلہ تھا۔ آپ ﷺ کے چچا ابوطالب بھی تاجر تھے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے بھی تجارت کو ہی ذریعہ معاش بنایا، بچپن میں جب آپ ﷺ کی عمر بارہ، تیرہ سال تھی اپنے چچا کے ساتھ شام کا سفر کیا، تجارتی منڈیوں کا نشیب و فراز بغور دیکھا۔ اسی سفر میں کافی تجربہ حاصل کیا اور جلد ہی تجارت میں شُہرت حاصل کر لی۔ آپ ﷺ کی دیانت و امانت اور راست بازی کا گھر گھر چرچا تھا۔ اس لیے لوگ اپنا سرمایہ آپ ﷺ کو شراکت کی غرض سے دیتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے نیک خصائل اور معاملے کی صفائی کی وجہ سے لوگوں میں نہایت ہی مقبول تھے، لوگ آپ ﷺ کو ''امین'' اور ''صادق'' کہہ کر پکارتے اور نہایت ہی احترام کی نگاہ سے آپ ﷺ کو دیکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے شام، بصریٰ اور یمن کے کئی کامیاب سفر کیے اور انتہائی ''نیک شہرت'' حاصل کی۔

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا تو انہوں نے کاروبار میں شراکت کے لیے اپنی خواہش کا اظہار کیا اور آپ ﷺ کو کہا کہ جو معاوضہ دوسروں کو دیتی ہوں، آپ ﷺ کو بھی دوں گی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کی اس پیشکش کو قبول فرما لیا اور سامانِ تجارت لے کر شام کا رخ کیا۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا جو آپ ﷺ کی تاجرانہ صلاحیتوں سے بہت متاثر ہوا اور واپس آ کر اس نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا۔ اس سفر میں آپ ﷺ کو توقع سے بڑھ کر منافع حاصل ہوا۔

خدمتِ خلق

آپ ﷺ کی امانت و دیانت اور صداقت و راست بازی کو دیکھ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو شادی کا پیغام بھیجا جو آپ ﷺ نے قبول کر لیا، چند دن بعد عرب کی اس پاکباز خاتون اور دنیا کے جلیل القدر امین کی شادی ہوگئی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نہایت شریف خاتون تھیں، جن کا شمار عرب کے بڑے بڑے تاجروں میں ہوتا تھا۔ شادی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا تمام مال

حضور کی تحویل میں دے دیا۔

آنحضرت ﷺ تمام تاجرانہ حمیدہ سے موصوف تھے، شادی کے بعد آپ ﷺ نے بڑے پیمانے پر تجارت شروع کر دی۔ اس سے دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی ہوئی۔

آپ ﷺ نے تجارت سے حاصل ہونے والی دولت سے محتاجوں، یتیموں اور بیواؤں کی سرپرستی فرمائی۔ آپ ﷺ کا دسترخوان سرائے عام تھا، خادم ہمہ وقت خدمت کے لیے موجود رہتے تھے۔ چوں کہ حضور ﷺ کے چچا ابوطالب کثیر العیال تھے۔ اس لیے آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفالت اپنے ذمہ لی اور ان کی دیکھ بھال کا خوب حق ادا کیا۔ اسی کاروبار میں اللہ تعالیٰ نے بہت برکت دی اور خصوصی نوازشات سے آپ ﷺ کو نوازا۔ سورۃ والضحیٰ کی اس آیت میں آپ ﷺ کی اسی حالت کا ذکر کیا گیا ہے:

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ۔ (سورۃ الضحیٰ)

ترجمہ: ''پہلے تم تنگ دست تھے پھر اس نے تمہیں تونگر بنا دیا۔''

صفوان بن سلیم کہتے ہیں ایک دفعہ قبل از بعثت میں نے حضور ﷺ سے کچھ اونٹ مانگے تو آپ ﷺ نے ایک سو اونٹ مرحمت فرمائے۔ میں نے اور مانگے تو آپ ﷺ نے ایک سو اور عنایت کیے۔ میں نے مزید مانگے تو آپ ﷺ نے ایک سو اور اونٹ عطا کیے۔

آپ ﷺ نے نبوت جیسی عظیم ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ تجارت کو بھی بطور ذریعہ معاش جاری رکھا تا کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے پڑیں۔ ہمیں بہت سے آپ ﷺ کے ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے بعد از بعثت آپ ﷺ کی تاجرانہ زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں تھا اور میرا اُونٹ کثرتِ سفر کی وجہ سے بری طرح سے تھک چکا تھا، اس کی رفتار بہت سست تھی، آں حضرت ﷺ نے جب اونٹ کی یہ حالت دیکھی تو اسے ایک ضرب لگائی، بس پھر کیا تھا، اونٹ ایسی عمدہ رفتار سے چلنے لگا کہ اس سے پہلے کبھی ایسی رفتار نہ چلا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جابر! (رضی اللہ عنہ) تم یہ اونٹ مجھے ایک اُوقیہ (۴۰ درہم) میں فروخت کر دو۔'' میں نے عرض کی جناب میں حاضر ہوں اور ساتھ یہ شرط بھی کر لی کہ میں گھر تک اس پر سواری کروں۔ میں نے مدینہ منورہ پہنچ کر اونٹ آپ ﷺ

کے حوالے کر دیا۔ حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ انہیں اونٹ کی قیمت نقد ادا کر دو۔

حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے مجھے ایک دینار دیا تا کہ میں آپ ﷺ کے لیے (منڈی سے) ایک بکری خرید لاؤں۔ میں نے دینار سے دو بکریاں خریدیں، ان میں سے ایک کو ایک دینار کے بدلے فروخت کر دیا اور دوسری بکری اور ایک دینار لا کر آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دی۔ آپ ﷺ نے بکری رکھ لی اور دینار اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ اور میرے حق میں دُعا کی کہ ''اللہ تعالیٰ تجھے تجارت میں ہمیشہ نفع بخشے۔'' آپ ﷺ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ میں اگر مٹی بھی خرید لیتا تو اللہ تعالیٰ مجھے نفع عطا فرماتا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے ایک راہ گیر قافلہ سے ایک اونٹ خریدا اور ان سے کہا کہ قیمت واپس آ کر ادا کرتا ہوں، جب آپ ﷺ قافلے سے کچھ فاصلے پر چلے گئے تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ بھئی ہمیں خریدار کا پتہ تو پوچھ لینا چاہیے تھا، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم سے دھوکہ ہو جائے۔ ان میں سے ایک خاتون بولی: ''مطمئن رہو یہ چہرہ دھوکہ دینے والا نہیں۔''

ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک غیر مسلم سے ایک گھوڑا خریدا۔ جب آپ ﷺ گھوڑا لے کر جا چکے تو بائع کو خیال آیا کہ گھوڑا سستا گیا۔ تب اس نے مختلف ہتھکنڈوں سے گھوڑا واپس کرانا چاہا۔ بائع نے گھوڑے کی واپسی کا تقاضا کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بھئی میرے اور تمہارے درمیان اس کا سودا ہو چکا ہے۔ اب واپسی کیسی؟ بائع نے کہا: ''اس پر شاہد پیش کریں۔'' وہ جانتا تھا کہ سودے کے وقت وہاں اور کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ یہ سارا ماجرا ایک مسلمان بھی سُن رہا تھا۔ وہ فوراً پکار اٹھا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے یہ گھوڑا تم سے خریدا ہے۔ جب بائع جا چکا تو آں حضرت ﷺ نے شہادت دینے والے مسلمان سے پوچھا کیا تم ہمارے سودے کے وقت حاضر تھے؟ اس نے جواباً کہا حضور حاضر تو نہ تھا مگر مجھے یقین تھا کہ آپ ﷺ جو کہتے ہیں وہ سچ ہے کیوں کہ آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے کبھی جھوٹ سرزد نہیں ہوا، اس لیے مجھے شہادت دینے میں کسی قسم کا تامل نہ ہوا۔

آپ ﷺ کبھی کبھار بازار میں بھی خرید و فروخت کے لیے چلے جاتے اور ضرورت کی اشیا خرید لاتے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ غلہ منڈی میں گئے۔ وہاں غلے کا ایک انبار لگا ہوا دیکھا۔

آپ ﷺ نے اسے اُلٹ پلٹ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اوپر خشک غلہ ہے اور نیچے بھیگا ہوا یا اوپر اعلیٰ قسم کا غلہ اور نیچے ردی قسم کا۔ اس پر آپ ﷺ نے دوکاندار کو بلایا اور اُسے تنبیہ فرمائی کہ یاد رکھو:

مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا۔ جو آدمی دھوکہ دیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے نبوت کی گوناگوں مصروفیات کے باوجود تجارت کو ترک نہیں کیا تھا بلکہ اسے بطور ذریعہ معاش تادمِ آخر جاری رکھا جیسے کہ مذکورہ بالا واقعات سے عیاں ہے۔ آپ ﷺ صحابہ کرام ؓ کو اصولِ تجارت سے آگاہ فرماتے اور انہیں تجارت کے اپنانے کا مشورہ دیتے۔ یہی وجہ یہ کہ جو صحابہ کرام ؓ آپ ﷺ کے زیادہ قریب رہے وہ فنِ تجارت میں ماہر زیادہ ثابت ہوئے اور انہیں خوب ترقی ہوئی اور تجارت سے کمائی ہوئی دولت سے اشاعتِ اسلام کا کام لیا۔

فتوحات سے قبل آپ ﷺ کا اصل اور بنیادی ذریعہ معاش تو تجارت ہی تھا۔ مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہلِ اسلام کو دنیوی جاہ وجلال سے نوازا اور خطۂ ارضی پر ایک اسلامی مملکت کا قیام عمل میں آیا تو حضور اکرم ﷺ کے ذرائع معاش میں بھی اضافہ ہوگیا جیسے مالِ غنیمت کا خمس، مالِ فے، خصوصاً اراضی فدک اور سلاطین وملوک کی طرف سے تحائف وغیرہ، ان ذرائع سے جو مال حاصل ہوتا اس سے اپنے اہل وعیال کا واجبی خرچہ سال بھر کا رکھ لیتے اور باقی تمام مال فی سبیل اللہ خرچ کردیتے۔

مالِ غنیمت کا خمس

مقاتلہ اور جنگ کے بعد کفار کے جن اموال پر مسلمانوں کا قبضہ ہو اس کو غنیمت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے غنیمت کے مال کو یوں تقسیم فرمایا ہے کہ کل مالِ غنیمت کی چھوٹی بڑی چیز کو ایک جگہ جمع کرکے اس کے پانچ حصے کیے جائیں چار حصے غازیوں کے ہیں جو لڑائی میں شریک ہوئے اور پانچویں حصے کے پھر پانچ حصے کیے جائیں، ان میں سے ایک حصہ حضرت محمد ﷺ کا ہے، دوسرا حصہ آپ ﷺ کے اقرباء کا، تیسرا حصہ یتیموں کا، چوتھا حصہ مسکینوں اور پانچواں حصہ محتاج اور نادار مسافروں کا ہے۔

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ۔

آیت میں اسی حکم کی تفصیل مذکور ہے۔

حضور اکرم ﷺ کو خمس سے جو حصہ ملتا تھا، آپ ﷺ اس سے اپنی گھریلو ضروریات کو پورا فرماتے اور ازواجِ مطہرات کو سال بھر کا خرچہ دے کر باقی جو کچھ بچتا اسے محتاج اور مفلسوں پر خرچ کردیتے اور ضرورت سے زائد مال کو ایک دن کے لیے بھی گھر میں نہ رکھتے بلکہ اسے فوراً بانٹ دیتے تھے۔

اراضی فدک

فے وہ مال ہے جو دشمنوں سے لڑے بھڑے بغیر حاصل ہو، جیسے صلح سے یا کوئی لاوارث شخص مسلمانوں کے ملک میں ہو اس کے مرنے کے بعد جو کچھ اس کا سامان مسلمانوں کے ہاتھ لگے یا خراج کے طور پر مال ملے وہ سب مال فے کہلائے گا۔ اراضی فدک بھی مالِ فے ہے کیونکہ وہ بغیر جنگ وجدال مسلمانوں کے ہاتھ لگی تھیں۔

اہلِ فدک کو جب معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے خیبر کو فتح کرلیا ہے تو انہوں نے محیصہ بن مسعود کے ذریعے مسلمانوں سے فدک کا تصفیہ شرائط پر طے کیا تھا جن شرائط پر خیبر کا معاملہ طے ہوا تھا، یعنی کھیتی باڑی اہلِ فدک کریں گے اور پیداوار کا نصف حصہ مسلمانوں کو ملے گا۔

اراضی فدک چونکہ مال فے تھا۔ اس لیے وہ خاص رسول اللہ ﷺ کی ملک ٹھہری۔ (ما أَفَاءَ الله على رسوله)

آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کی تفصیل یوں بیان فرمائی ہے۔

فدک سے جو آمدنی موصول ہوتی تھی آپ ﷺ اس سے اپنے اقربا کو باقاعدہ حصہ دیتے اور ضرورت سے زائد مال کو عامۃ المسلمین کی فلاح وبہبود پر صرف کرتے تھے۔

فدک ۶ھ کے آخر میں فتح ہوا تھا۔ یہ آپ ﷺ کے لیے مستقل آمدنی کا ذریعہ تھا۔ اس کی اراضی کو آپ نے مسلمانوں میں تقسیم نہیں کیا تھا، کیوں کہ یہ بوجہ مال فے آپ ﷺ کے لیے مخصوص تھا۔ اراضی خیبر کو آپ ﷺ نے غازیانِ اسلام میں تقسیم کردیا تھا۔ بعض روایات کے مطابق آپ ﷺ خیبر کی آمدنی سے بھی کچھ حصہ گھریلو ضروریات کے لیے لیتے تھے۔ کیونکہ خیبر کی بعض بستیاں فدک کی طرح ہاتھ آئی تھیں۔

اراضی بن نضیر بھی مال فے ہی تھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص تھی۔ آپ ﷺ

اس سے ازواجِ مطہرات کو نان نفقہ دیتے اور باقی تمام مال سے ملکی حفاظت و دفاع کی خاطر ہتھیار خریدتے اور فوجی ضروریات پر صرف کرتے تھے۔

تحائف

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، یہودی اور عیسائی جو چیزیں آپ ﷺ کو بطور تحفہ بھیجتے، آپ اُسے قبول فرما لیتے مگر مشرک کا ہدیہ لینے سے انکار فرما دیتے۔ عموماً آپ کو کھانے کی چیزیں، سواری کے جانور اور دیگر ضروریات کی اشیا ہدیہ میں دی جاتی تھیں، گاہے بگاہے آپ ﷺ بھی انہیں تحفے ارسال فرماتے تھے۔

سلاطین کی طرف سے بھیجے ہوئے تحائف کو آپ اپنے صحابہ میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ ہاں جو چیز آپ کو پسند ہوتی تھی وہ اپنے لیے رکھ لیتے تھے۔ چند تحائف کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ ایک دفعہ دیباج کی قبائیں آپ ﷺ کے پاس ہدیہ میں آئیں، اُن پر سونے کا کام کیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا اور ان میں سے ایک قبا آپ ﷺ نے مخرمہ بن نوفل کے لیے رکھ دی۔ جب مخرمہ اپنے لڑکے مسعود کے ساتھ آیا تو آپ ﷺ نے اس کا استقبال کیا، اور وہ قبا اس کو دے دی۔ مقوقس حاکم اسکندریہ نے آپ ﷺ کو ہدیہ بھیجا اس میں ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور سیرین رضی اللہ عنہا بھی تھیں، ایک خچر، ایک گدھا، اور کئی اور ضرورت کی اشیا تھیں، حضور ﷺ نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے پسند فرمایا وہ آپ ﷺ کی اُم الولد تھیں، حضرت سیرین رضی اللہ عنہا کو حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بخش دیا۔

شاہِ نجاشی نے آپ ﷺ کو ہدیہ بھیجا، آپ ﷺ نے اُسے قبول فرمایا، اور اس کے بدلے خود بھی نجاشی کے لیے ہدیہ روانہ فرمایا، اسی طرح فردہ جذامی نے آپ ﷺ کو سفید خچر ہدیہ بھیجا جس پر غزوہ حنین میں آپ ﷺ سوار ہوئے تھے۔

❖❖❖❖

صداقت......اُسوۂ حسنہ

مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نادر تقریر

مرتب: محبوب عالم تھابل

۱۹۷۰ء کی دہائی میں مجھے مشاہیر کی آوازوں کو محفوظ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ ان مشاہیر میں اپنے قریبی بزرگوں کو بھی شامل کر لیا...... مگر: ''اس مختصر سی عمر میں کیا کچھ کرے کوئی''...... یہ شوق فکرِ معاش کی نذر ہو گیا۔ تاہم تھوڑے ہی عرصہ میں بہت سی آوازوں کا ایک ذخیرہ جمع ہو گیا۔ چند روز پیشتر میں ایک بزرگ کی ۱۹۷۳ء میں ریکارڈ کی ہوئی آواز کی تلاش میں تھا کہ اچانک نظر ایک ایسے کیسٹ پر پڑی جس پر مولانا محمد بخش مسلم علیہ الرحمہ کا اسم گرامی درج تھا۔ اس کیسٹ کو اپنی زنبیل سے نکالا اور ٹیپ ریکارڈر پر چلا کر سنا، تو معلوم ہوا کہ یہ تقریر ربیع الاول کے سلسلہ میں ''صداقت......اُسوۂ حسنہ'' کے موضوع پر ہے جو ۹ر فروری ۱۹۷۸ء کو ریڈیو پاکستان لاہور سنٹر سے نشر کی گئی۔ مناسب معلوم ہوا کہ موقع کی مناسبت سے اسے ''جہانِ رضا'' کے قارئین کے لیے پیش کیا جائے۔ چنانچہ اسے کیسٹ سے صفحہ قرطاس پر منتقل کیا۔ میاں نور محمد نصرت نوشاہی نے چند ماہ قبل ایک ملاقات میں بتایا کہ مولانا مسلم صاحب ایک زمانے میں باقاعدگی سے ریڈیو پاکستان لاہور پر تقاریر کیا کرتے تھے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی صاحبِ ذوق ان تقاریر کے حصول کے لیے کوشش کرے تاکہ سینوں کی یہ میراث محفوظ ہو جائے اور عام آدمی اس سے مستفید ہو سکے۔ تو لیجیے، تقریر حاضر ہے۔ پڑھیے اور سر دُھنیے۔

وہی پائیدار آواز، وہی منفرد انداز، وہی لہجے کی روانی جیسے ندیا کا پانی۔''

(محبوب عالم تھابل)

قرآن مجید کے اکیسویں پارے سورۃ احزاب میں مذکور ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

بلاشبہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر نیکی اور ہر خوبی کے لحاظ سے رسولِ خدا ﷺ کی زندگی مثالی اور معیاری زندگی ہے۔ آنحضرت ختمی مرتبت ﷺ فرماتے ہیں:

انما بعثت لاتم مکارم الاخلاق و محاسن الاعمال۔

ترجمہ: امر واقعہ یہ ہے کہ میں ہر اچھے اخلاق کی ہر شاخ کو اپنے عمل اور قول سے پورا کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہوں۔

حق یہ ہے کہ آپ کا ہر نطق فرقان ہے، ہر عمل برہان ہے، خلق قرآن ہے۔ تاریخ کا بیان ہے کہ دنیا سب سے پہلے آپ کی سیرتِ طیبہ کے حُسنِ دلکش سے، آپ کے اخلاق سے اور آپ کی صداقت سے اثر پذیر ہوئی۔ عرب کے لوگ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سچا اور امین کہتے تھے۔ صادق اور امین کا خطاب آپ کو اپنی قوم نے دیا۔ وہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے تھے تو یہ نہیں کہتے تھے کہ عبداللہ کا بیٹا آ گیا بلکہ وہ کہتے تھے کہ دیکھو وہ سچا آ گیا، وہ امین آ گیا۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الباطل ان الباطل كان زهوقا۔

آپ چلتے پھرتے حق تھے۔ فرمایا کہ سچ آ گیا اور جھوٹ بھاگ گیا اور جھوٹ کی تقدیر یہ ہے کہ اس کا کام بھاگ جانا ہے۔ ایسے ہی جیسے نور کے ظہور سے اندھیرا یکسر کافور ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید کے چوبیسویں پارے سورہ زمر میں فرمایا:

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ و صدق به اولئك هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔

اور جو سچائی کے ساتھ آیا اور جس نے اس سچے کے سچ کی تصدیق کی، بلاشک وشبہ دونوں متقی ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُم۔

ترجمہ: تم میں سے بزرگ و برتر وہی ہے کہ جس کا کردار بہت بلند ہے۔

اور تقویٰ کہتے ہیں:

فعل ما ینبغی و ترك ما لا ینبغی۔

ترجمہ: کرنے کے لائق کام کرنا اور جو ترک کر دینے کے لائق ہو، اسے ترک کر دینا۔

تو فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سچ کے ساتھ آئے اور جس نے آپ کے سچ کو قبول کر لیا، وہ بھی متقی بن گیا، یعنی وہ ہر نیک کام کرنے کے لیے تیار ہو گیا اور ہر برائی کے لیے اس کے دل کے اندر نفرت پیدا ہو گئی اور یہی وہ مقام ہے جس مقام سے اونچا اور کوئی مقام نہیں ہے۔

قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔

ہمیشہ ان لوگوں کے ساتھ رہو جو سچ بولتے ہیں۔

انسان پر، انسانی خصلت پر ہمیشہ صحبت کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے اور سچائی حاصل کرنے کے لیے یہ بھی ایک طریق بتایا گیا ہے کہ تم ہمیشہ سچوں کا ساتھ دو۔ جب سچوں کے ساتھ رہو گے تو فضا میں سچ ہوگا، ہر بات میں سچ ہوگا تو اس کے اثرات تمہارے بھی دل پر ہوں گے اور تمہارے دل میں بھی سچائی کی الفت پیدا ہو جائے گی اور جب دل و دماغ میں، انسان کے اندر سچ کی الفت پیدا ہو جائے، تو انسان سچا بن جاتا ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰایها النبی انا ارسلنٰك شاهدًا و مُبشرا و نذیرا و دَاعِیا الی الله بِاذنِه و سِراجًا منیرا۔

ترجمہ: آپ نبی ہیں، آپ رسول ہیں، آپ انسان اکمل ہیں۔ آپ سچائی کی دعوت دینے والے ہیں، نیکی کی خوبیاں بیان کرنے والے ہیں اور برائی کے جتنے برے اثرات ہیں، ان سے آگاہ کرنے والے ہیں اور آپ چمکتے ہوئے سورج ہیں۔

یعنی یہ نور نبی کریم ﷺ کا تھا کہ جس کے پرتو سے صحابہ کے اندر بھی صداقت اور سچائی کا نور پیدا ہو گیا۔ دنیا میں شاید ہی کوئی انسان ایسا ہو کہ جو یہ دعویٰ کر سکے کہ خود بھی وہ سچا ہے اور اس کے تمام ساتھی بھی سچے ہیں لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِایِّ اِذْ اَقْتَدَیْتُمْ اِذْ اَهْتَدَیْتُمْ۔

ترجمہ: میرے سارے صحابی صداقت کے ستارے ہیں، جس کی راہ پر چلو گے، وہ تمہیں

منزل پر پہنچا دے گا۔

اس لیے کہ اس کی منزل نیکی ہے، اس کا ہر قدم نیکی کی طرف ہے۔ قرآن مجید یہ بیان کرتا ہے کہ سچائی اور صداقت ہر نیکی کی جڑ ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، حضرت عبداللہ ابن مسعود اس حدیث کے راوی ہیں۔ یہ روایت بخاری شریف میں ہے اور مسلم شریف میں بھی ہے۔ حضور فرماتے ہیں: عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ۔ فرض سمجھ لو اپنے اوپر سچائی۔ فان الصدق يهدى الى البر وَالبر يهدى إلى الجنة۔ سچائی ہر قدم پر نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور یہ نیکی انسان کو عافیت اور جنت کی طرف لے جاتی ہے۔

اس سے یہ نمایاں ہوا کہ اگر انسان سچائی اختیار کر لے تو وہ ہر نیکی کا جامع بن جاتا ہے۔ سچائی کی کوکھ سے ہر نیکی پیدا ہوتی ہے۔

تَعْرَفُ الْاَشْيَاءُ بِاَضْدَادِهَا۔ چیزیں اپنی ضدوں سے نمایاں ہوا کرتی ہیں۔ سچ کی ضد ہے جھوٹ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہر بدی کی جڑ جھوٹ ہے اور جو آدمی جھوٹ کو ترک کر دیتا ہے، وہ اچھا بن جاتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک شخص نے عرض کی کہ سرکار! میں مختلف عیبوں میں مبتلا ہوں۔ مجھے شراب پینے کی عادت ہے۔ میں بدکار ہوں، میں چوری کرتا ہوں، میں جھوٹ بولتا ہوں۔ یہ چار اتنے بڑے بڑے گناہ ہیں جن کا میں مرتکب ہوتا ہوں اور ان کا میں عادی ہوں۔ تمام چیزیں یکدم نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ ان میں سے ایک تجویز فرمائیں کہ میں اس کو چھوڑ دوں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھ سے یہ عہد کرو کہ تم کبھی جھوٹ نہیں بولو گے۔

وما علينا الا البلاغ المبين۔

❖❖❖❖

اسلامی بینک کاری

مفتی محمد نظام الدین رضوی

عصر حاضر میں جب کہ بینک کاری کی ترقیات کا سورج نصف النہار پر پہنچ رہا ہے، اس کی عظیم افادیت واہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آج کتنے ممالک ہیں جو مال وزر کے بے پناہ ذخائر، یا عظیم الشان بینکوں کے سہارے اکتشافات و ایجادات میں کمال پیدا کر کے سُپر پاور (Super Power) بن چکے ہیں اور دنیا کے امیر ترین ممالک میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اگر ان کی چلمن میں جھانک کر دیکھا جائے تو وہاں زیادہ تر ہماری ہی دولتِ بے بہا کی گل کاری نظر آئے گی اور محسوس ہوگا کہ وہ ہمارے ہی ریال ہیں جن کے بل بوتے پر وہ آج دولت کی دنیا میں سب سے اونچے نظر آ رہے ہیں۔ اگر ہم عقل و دانش کے تقاضوں پر کاربند ہو کر اپنی دولتوں کے خزانے اپنے قبضہ میں کر لیں تو اس سے ہمارا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوگا کہ معاشیات کی دنیا میں ہمارا بھی ایک وقار اور مقام ہوگا اور اس کے ذریعہ مذہب وملت کے فروغ واستحکام کے قابل قدر کارنامے انجام دیے جا سکیں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) اور دوسرا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ سودی معاملات کی آلودگی سے ہمارا دامن داغ دار نہ ہوگا۔

آج قدم قدم پر بینکوں کی سوسائٹی میں جو ہمیں سود جیسی معصیت کا بادلِ ناخواستہ سامنا کرنا پڑتا ہے، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ بینکنگ نظام ہمارے ہاتھوں میں نہیں، اس لیے سخت ضرورت ہے کہ اہلِ اسلام اس طرف بھی توجہ فرمائیں اور جگہ جگہ ایسے مالیاتی ادارے قائم کریں جن کی بنیادیں "اسلامی اصولوں" پر استوار کی گئی ہوں اور وہ سود اس کے مثل دوسرے ناجائز عقود سے مکمل پاک ہوں۔ مذہب اسلام کے نظریۂ معاشات کے مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ اسلام نے بہت سے ایسے عقود کی اجازت دی ہے کہ ان پر عمل پیرا ہو کر کامیابی کے ساتھ اسلامی بینک چلائے جا سکتے ہیں۔ ہم یہاں ان عقود کی ایک فہرست قدرے تشریح کے ساتھ پیش کرتے ہیں:

1- شرکت

بینک کسی کے ساتھ یوں کاروبار کرے کہ دونوں تجارت میں برابر برابر یا کم وبیش روپے لگائیں اور جو نفع ہو دونوں اپنے مال کے تناسب سے کسی مقررہ شرح کے مطابق تقسیم کرلیں۔

''مقررہ شرح'' کا مطلب ''فی صد'' ہے۔ یہ فی صد برابر برابر بھی ہوسکتا ہے اور کم وبیش بھی، مثلاً یہ کہ نفع میں دونوں آدھے آدھے (50٪) کے شریک ہوں گے، یا ایک فریق نفع میں مثلاً ۴۰٪ کا حق دار ہوگا اور دوسرا فریق جو کام کررہا ہے (60٪) پائے گا۔ اور اگر خدانخواستہ کبھی تجارت میں نقصان ہوا تو دونوں فریق نقصان میں بھی اسی مقررہ شرح کے حساب سے شریک ہوں گے۔

2- مضاربت

یعنی ایک طرف سے مال، اور دوسری طرف سے کام۔ بینک قابل اعتماد، امانت دار تاجروں کو روپے اس معاہدہ کے ساتھ دے کہ تم تجارت کرو جو کچھ نفع ہوگا اس میں اتنے فی صد تمہارا ہوگا اور اتنے فی صد میرا۔ شرکت کی طرح یہاں بھی نفع کا فی صد کم وبیش ہوسکتا ہے اور بہرحال شرکت ہو، یا مضاربت، کہیں بھی کسی فریق کے لیے روپیوں کی مقدار سے نفع کا استحقاق مقرر کرنا جائز نہیں۔ مثلاً یہ نفع میں سو روپے فلاں فریق کے ہوں گے، اور بقیہ دوسرے فریق کے۔ اس کے لیے شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔ نفع کی شرح بہرحال فی صد کے لحاظ سے مقرر ہوگی، خواہ یہ فی صد کتنا ہی کم یا زیادہ ہو۔

3- بیع عینہ

دَین سے خاطر خواہ نفع کے حصول کا جائز معاملہ۔ اس بیع کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی سے قرض لینا چاہتا ہے، اور وہ اسے قرضہ دے کر یہ کہے کہ تم یہ سامان مجھ سے اُدھار خریدلو، پھر اسے بازار میں نقد بیچ کر اپنا کام چلاؤ۔ وہ راضی ہو تو یہ اس کے ہاتھ اتنے دام کا سامان بیچ دے جتنے سے اس کا کام چل سکے، مثلاً قرض مانگنے والے کو سو روپے کی ضرورت ہے اور یہ سو روپے پر دس روپے نفع لینا چاہتا ہے تو یہ سو روپے کا سامان ایک مقررہ میعاد تک کے لیے ایک سو دس روپے میں بیچ دے، پھر یہ خریدار وہ سامان بازار میں سو روپے میں فروخت کردے۔

اس طرح اسے سو روپے مل گئے اور صاحب مال کو دس روپے کا نفع بھی جو اسے چاہیے تھا، مل گیا۔

بہارشریعت میں فتاویٰ قاضی خاں، فتح القدیر اور ردالمحتار کے حوالہ سے اس بیع کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے:

''سود سے بچنے کی ایک صورت بیع عینہ ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، بیع عینہ مکروہ ہے کیوں کہ قرض کی خوبی اور حسن سلوک سے محض نفع کی خاطر بچنا چاہتا ہے۔ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھی نیت ہو تو اس میں حرج نہیں، بلکہ بیع کرنے والا مستحق ثواب ہے، کیوں کہ وہ سود سے بچنا چاہتا ہے۔ مشائخ بلخ نے فرمایا: بیع عینہ ہمارے زمانہ کی اکثر بیعوں سے بہتر ہے۔

بیع عینہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے مثلاً دس روپے قرض مانگے، اس نے کہا میں قرض نہیں دوں گا، یہ البتہ کرسکتا ہوں کہ یہ چیز تمہارے ہاتھ بارہ روپے کو بیچتا ہوں، اگر تم چاہو خریدلو، اسے بازار میں دس روپے کو بیع کردینا، تمہیں دس روپے مل جائیں گے اور کام چل جائے گا، اور اسی صورت سے بیع ہوئی۔ بائع نے زیادہ نفع حاصل کرنے اور سود سے بچنے کا یہ حیلہ نکالا کہ، دس کی چیز بارہ میں بیع کردی، اس کا کام چل گیا اور خاطر خواہ اس کو نفع مل گیا۔''

(بہارشریعت، صفحہ: ۱۵۷، حصہ: ۱۱)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس بیع کے متعلق یہ تاثر پیش کیا، فرماتے ہیں:

''عنایہ میں فرمایا قرض دینے سے روگردانی مکروہ نہیں اور اتنا بخل کہ آدمی تجارتوں میں نفع چاہے، وہ بھی ایسا ہی ہے، ورنہ نفع پر بیچنا مکروہ ہوتا۔ انتہی

بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ تجارت تو اسی کا نام ہے کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔ اور خرید وفروخت میں قیمت کرنا سنت ہے اور بے شک نبی ﷺ نے فرمایا کہ غبن کھانے میں نام وری ہے نہ ثواب۔ تو اس میں انتہی درجہ کراہت تنزیہہ ہے۔ ورنہ

بہ صحت ثابت ہو گیا کہ صحابۂ کرام نے اُس کیا اور تعریف فرمائی اور علامہ عبد الحلیم
معاصر، علامہ شرنبلانی رحمہما اللہ تعالیٰ حاشیہ دُرر میں لکھتے ہیں: امام ابو یوسف سے
روایت یوں ہے کہ بیع عینہ جائز اور ثواب کا کام ہے اس لیے کہ اس میں حرام سے
بھاگنا ہے اور حرام سے بھاگنے کا حیلہ کرنا مستحب ہے اور اس لیے کہ بہ کثرت صحابہ
نے اسے کیا اور اس کی تعریف فرمائی۔ انتہی
اور اس کی روشِ عبارت سے ظاہر یہ ہے کہ یہ جملہ بھی امام ابو یوسف کا کلام ہے کہ حرام
سے بھاگنے کا حیلہ کرنا مستحب ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، صفحہ: ۱۷۶، جلد: ۷، رسالہ کفل الفقیہ الفاہم)

بینک اس حیلۂ شرعیہ پر بہ آسانی عمل کرسکتا ہے کہ قرض داروں سے جتنے روپے وہ سود وغیرہ
کے نام پر وصول کرتا اتنے روپے وہ ان کے ہاتھ بازار بھاؤ سے زیادہ دام پر سامان ادھار بیچ کر
وصول کرلے۔ یہ نفع اس کے لیے حلال ہوگا کہ یہ قرض کی وجہ سے نہیں بلکہ بیع وتجارت کی وجہ سے
حاصل کیا گیا۔

واضح ہو کہ بینک اگر کسی غیر مسلم کو قرض دیتا ہے تو اسے بیع عینہ کی حاجت نہیں کہ اس سے نفع
کے نام پر جتنی رقم چاہے لے سکتا ہے، کیوں کہ اس کے مال میں سود کا تحقق نہیں ہوتا۔ مگر اس طرح
کا معاملہ صرف غیر مسلم یا ہندوستان جیسی سلطنتوں میں ہوسکتا ہے۔

4- چاہیں تو کچھ رقم بینک فکس ڈپوزٹ میں جمع کر دیں جو مدت مقررہ کے بعد دوگنی ہو کر وصول
ہوگی۔ یہاں کی حکومت کے بینکوں سے اس طرح نفع کا حصول جائز ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں
اسے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

5- بیع مؤجل

یعنی سامان نقد اور دام اُدھار۔ مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کوئی ایسا سامان لینا چاہتا ہے جو
عام طور سے وہاں کے ماحول میں زیادہ کارآمد اور نفع بخش ہو، جیسے لوم، ایکس-رے مشین، الکٹر،
اسٹیٹ، وغیرہ۔ تو وہ سامان اسے خرید کر لاگت سے زیادہ دام پر ایک معینہ مدت کے لیے یک
مشت یا قسط وار اُدھار دے دیا جائے۔

6- بیع مُرابحہ

اس کا مطلب یہ ہے کہ خریدار کو یہ بتایا جائے کہ یہ مشین، یا یہ سامان مجھے اتنے میں پڑا ہے،
مثلاً پانچ ہزار روپے میں۔ اور اسے پانچ سو روپے نفع کے ساتھ تمہارے ہاتھ پانچ ہزار پانچ سو
روپے میں فروخت کرتا ہوں۔ خواہ نقد، یا اُدھار، یک مشت، یا قسط وار، اُدھار کی صورت میں دام
کی ادائیگی کی میعاد بہر حال متعین ہونی چاہیے۔

7- شفاخانہ کا قیام

ان تجارتوں میں اللہ تعالیٰ برکت دے تو اس سے اور کچھ قوم کے چندے سے اچھا شفاخانہ
قائم کرلیا جائے، جس میں اچھے ڈاکٹر، ضروری آلہ جات اور طبی معائنوں کی جدید سہولیات فراہم
ہوں۔

اس سے قوم کی بڑی خدمت بھی ہوگی جو اخلاص نیت کی صورت میں بڑے اجر وثواب کی
باعث ہوگی اور ساتھ ہی بینک کے لیے یہ بڑا نفع بخش بھی ہوگا۔

اس طرح سے مذہب اسلام میں اور بھی دوسرے ذرائع ہیں جن پر کاربند ہو کر غیر سودی
بینکاری کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔ بلکہ دنیا کے سامنے اسلامی نظامِ معاش کا ایک صاف ستھرا مثالی
نمونہ پیش کیا جاسکتا ہے۔

اخیر میں ایک ضروری گذارش یہ بھی ہے کہ بینک میں ایک شعبہ قرضِ حسن کا بھی ضرور رکھا
جائے جس کے ذریعہ غریب اور حاجت مند مسلمانوں کو دینی اور دنیوی امور کے لیے نقد کی شکل
میں، یا حسبِ حاجت متاع کی شکل میں روپے یا سامان فراہم کیے جائیں تا کہ یہ بینک خالص
طلب دنیا کے لیے مخصوص نہ ہو جائے، بلکہ اس میں کچھ حصہ دین کا بھی شامل رہے۔

خدائے پاک سب مسلمانوں کو اسلام کے پاکیزہ اصولوں پر عمل کی توفیق رفیق عطا فرمائے،
آمین۔

اپنے ہاتھوں سے بنا تو بھی کوئی قصرِ عظیم
چشمِ حیرت سے کسی محل کی تعمیر نہ دیکھ

امام احمد رضا اور خدمات علوم وفنون

(مولانا حشمت امجدی پوکھریوی)

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر لئے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

امام احمد رضا قدس سرہٗ متوفی ۱۳۴۰ھ چودھویں صدی ہجری کی وہ مقتدر بلند پایہ اور یگانہ روزگار شخصیت ہے، جس کے فکر وفن، علم وحکمت اور عشق ومحبت کے پُرشوق تذکروں سے عرب وعجم کا چپہ چپہ آج بھی درخشاں ہے بلکہ عالم اسلام کی ایک قد آور اور عظیم ترین اسلامی شخصیت کا نام ہے۔ عرب وعجم اس بات پر متفق ہیں کہ فقہ ودرایت کے نکتہ شناس، فکر وآگاہی کے طائر بلند آواز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے بریلی کی ٹوٹی ہوئی چٹائی پر بیٹھ کر اور تفقہ فی الدین کی چادر اوڑھ کر عالم اسلام میں اسلامی روح پھونکی اور لوگوں کے دلوں میں عشق رسالت کی قندیلیں روشن کیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان موجودہ صدی کی وہ ہمہ صفات عظیم المرتبت اور گوہر آبدار شخصیت ہیں جو اپنے علمی جلال، فضل وکمال، خدمت بے مثال اور ادبی فصاحت وبلاغت اور عشق رسالت کی بدولت مسلم امہ بلکہ مغربی دنیا میں قابل قدر و رشک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا علمی تبحر اور تحقیقی خدمات بام عروج پر ہیں، عالمی دانشوران کی علمی وتحقیقی خدمات کے نہ صرف معترف ہیں بلکہ انہیں حاکم تسلیم کرتے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ کا علمی اور عملی کارناموں کا پرچم آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے، علوم دینیہ اور علوم جدیدہ کا کونسا شعبہ ہے جس پر آپ کو عبور حاصل نہ ہو، آپ کی تصنیفات وتالیفات اس بات کی منہ بولتی شہادت ہے۔

امام احمد رضا جامع کمالات شخصیت کے مالک تھے، جس فن اور جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اپنی انفرادیت کا سکہ ثبت کر دیا۔ آپ کی اصل دولت حُب رسول ﷺ تھی اور اسی جذبہ پاک سے ہر وقت آپ کی روح سرشار رہتی تھی۔ آپ ارباب سخن کی طرح صبح سے شام تک اشعار کی

تیاری میں مصروف نہیں رہتے تھے بلکہ اپنے آقا ومولیٰ ﷺ کی یاد میں جب تڑپتے اور درد عشق آپ کو بے تاب کرتا تو از خود نعتیہ اشعار زبان پر جاری ہو جاتے اور پھر یہی اشعار سوزش عشق کی تسکین کا سامان بن جاتے۔ آپ کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' پڑھنے اور سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ کا کوئی شعر ایسا نہیں ہے جو قرآن واحادیث سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔

امام احمد رضا کی شخصیت میں جو ہم عشق رسول ﷺ کے شرارے دیکھتے ہیں یہ تصور جاناں میں ڈوبے رہنے ہی کا نورانی فیضان ہے۔ یہ فیضان مدینہ کی محسوس برکتیں نہیں تو اور کیا ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کے عرفان محبت کے لیے آپ کی شخصیت کامل پہچان تسلیم کی جا رہی ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ انہوں نے اپنی شبانہ یومیہ محنت سے مسلمانوں کے دلوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی جوت جگا دی۔ وہ نام سے لے کر کام تک ہر شئی میں نسبت محمدی ﷺ کو زندہ وجاوید دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ جلوت وخلوت کو ان کے تجلیات سے آباد رکھنے کے داعی تھے۔ دیکھئے ان کا علوئے فکر، تقدیس خیال، تطہیر بیان فرماتے ہیں یوں تو عبداللہ تمام جہان ہے مگر سچا عبداللہ وہ ہے جو عبد مصطفیٰ ﷺ ہے۔

امام احمد رضا کی بارگاہ میں بیشتر ہم عصر علمائے عرب وعجم نے اپنی اپنی محبتوں کا خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ان سب کو یکجا کیا جائے تو کئی جلدوں پر مشتمل کتابیں تیار ہو جائیں گی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی تعلیمات، ارشادات اور خدمات پر اس وقت دنیا کی تقریباً ۵۰ر یونیورسٹیوں میں تحقیقات کے کام جاری ہیں۔ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کو ۷۳ر علوم وفنون پر دسترس ومہارت تامہ حاصل تھی۔ امام احمد رضا نے معقول ومنقولات میں حیرت انگیز کارنامہ انجام دیئے۔ ریاضی کا ایک مسئلہ لاینحل حل کر کے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر ضیاء الدین کو متحیر کر دیا اور وہ بے ساختہ پکار اٹھے کہ امام احمد رضا خان تو نوبل پرائز کے مستحق ہیں۔ ادب کی نازک خیالیوں اور سائنس کی موشگافیوں کو اپنی ذات میں جمع کر کے ازہر یونیورسٹی قاہرہ کے پروفیسر محی الدین الوتی کو حیرت میں ڈال دیا۔ امام احمد رضا نے اپنی تحقیقات وتصنیفات میں قدیم وجدید فلسفیوں اور سائنس دانوں کی تحقیقات کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے اور علمی گرفتیں کی ہیں۔

فاضل بریلوی کی خصوصیات میں سے ایک خاصیت یہ تھی کہ وہ ہر فیصلہ کو قرآن وحدیث کی

روشنی میں صادر فرماتے تھے یہاں تک کہ سائنسی اصولوں کو بھی قرآنی اصولوں پر پرکھتے تھے اور جو چیزیں قرآن وحدیث کے فکر سے ٹکراتی انہیں رد فرماتے تھے اور جو چیزیں موافق ہوتی تھیں انہیں قبول فرماتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ مشہور میٹرولوجسٹ البرٹ ایف پورٹا نے اپنے فلکی علوم کے ظن باطن میں یہ پیشین گوئی کی تھی کہ ستاروں اور قوت جاذبہ کے جمع ہونے کی وجہ سے دنیا میں زلزلہ آئے گا اور دنیا ایک قیامت صغریٰ سے دوچار ہوگی اور اس کے بعض اطراف ہلاک ہو جائیں گے۔ پورٹا کی اس پیشین گوئی سے پوری دنیا خاص طور پر ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ایک طوفان برپا ہو گیا تھا۔ لیکن اس کی خبر جب امام احمد رضا تک پہنچی تو آپ نے پورٹا کی پیشین گوئی کا انہیں فلکی علوم کی درخشاں روشنی میں رد فرمایا جن کے ظن میں اس نے پیشین گوئی کی تھی اور اس کے رد میں ایک رسالہ بنام ''معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین'' (۱۳۳۸ء مطابق ۱۹۱۹ء) تصنیف فرمایا حتیٰ کہ وہ دن آ ہی گیا جس کی جانب پورٹا نے اشارہ کیا تھا اور وہی ہوا جو امام احمد رضا نے فرمایا تھا۔

ڈاکٹر عبدالسلام نے امام احمد رضا کی کتاب ''فوز مبین در ردحرکت زمین'' کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک مقام پر لکھا ہے کہ مجھے خوشی ہوئی کہ مولانا نے اپنے دلائل میں (Logical Axcomatic) پہلو مدنظر رکھا ہے۔ الغرض امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی زندگی عشق مصطفیٰ ﷺ سے عبارت تھی اور عشق مصطفیٰ ﷺ ہی ہمارے درد کا مداوا اور ہمارے دکھوں کا علاج ہے اس کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں۔ امام احمد رضا کی پکار تھی کہ دلوں کو خود یاد مصطفیٰ ﷺ سے آباد کرو۔ کیونکہ

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

❖❖❖❖

میلادُ النبی ﷺ - سوالات کی روشنی میں

1. کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق (ولادت) کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ قرآن میں بیان نہیں کیا ہے؟ (سورۃ البقرہ/آیت ۳۰ تا ۳۹ وسورۃ الحجر آیت نمبر ۲۶ سے ۳۵ تک)
2. کیا حضور ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے دن جو جمعۃ المبارک کو ہوئی سب سے افضل دن قرار نہیں دیا؟ (مسلم شریف، کتاب الجمعہ، حدیث: ۳-۱۸۷۲)
3. کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت (میلاد) کی پوری تفصیل قرآن میں بیان نہیں فرمائی۔ (سورۃ الانعام، آیت نمبر ۷۴ سے ۸۳ تک)
4. کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت (میلاد) کی پوری تفصیل قرآن میں بیان نہیں فرمائی؟ (سورۃ القصص، آیت نمبر ۷ تا ۱۴)
5. کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے میلاد (ولادت) کا قصہ قرآن میں بیان نہیں فرمائی؟ (سورۃ مریم، آیت نمبر ۱ تا ۱۵) (سورۃ آل عمران، آیت: ۳۸ تا ۵۰)
6. کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی ولادت (میلاد) کا تذکرہ بیان نہیں کیا ہے؟
(سورہ آل عمران، آیت: ۳۳ تا ۳۷)
7. کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی آمد (ولادت) کا تذکرہ تمام انبیاء کو جمع فرما کر نہیں فرمایا اور ان سے ایمان لانے اور مدد کرنے کا پکا وعدہ نہیں کیا؟ (سورۃ آل عمران، آیت: ۸۱، پارہ: ۳)
8. کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور ﷺ کی آمد (میلاد) کی خوشخبری اپنی امت کو بحوالہ قرآن مجید نہیں دی؟ (سورۃ الصف، آیت ۶)
9. کیا اللہ تعالیٰ نے جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کرنے کا حکم قرآن میں نہیں دیا ہے؟
(سورۃ ص، آیات نمبر ۱۷، ۴۱، ۴۵ وسورۃ مریم آیت نمبر ۱۶، ۵۴، ۵۶)
10. احادیث اور سیرت کی کتابوں میں حضور ﷺ کے میلاد کے بارے میں حدیثیں اور

روایات نقل کی گئی ہیں، کیا وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان نہیں کیں؟

(بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی ونسائی شریف، ابن ماجہ وابوداؤد شریف، مصنف عبدالرزاق ومشکوٰۃ، علاوہ کتب احادیث وسیرت)

۱۱. علماء حق اگر قرآن اور احادیث کے حوالے سے حضور علیہ السلام کا میلاد بیان کریں تو اعتراض کیوں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے فضل اور رحمت ملنے پر خوشی منانے کا حکم نہیں دیا؟

(سورۃ یونس، آیت نمبر ۵۸)

اور اللہ تعالیٰ نے احسان اور نعمتوں کا ذکر کرنے کا حکم نہیں دیا؟

(سورۃ آل عمران، آیت: ۱۰۳، سورۃ الاعراف، آیت: ۶۹ وسورۃ الضحیٰ آیت: ۱۱، اور سورۃ المائدہ آیت: ۷)

۱۲. کیا ہمارے نبی پاک ﷺ نے ہر پیر کو روزہ رکھ کر اپنا یومِ میلاد نہیں منایا؟ کیا حضور ﷺ نے اپنا یومِ وفات بھی منایا؟

(مسلم شریف، جلد اول، کتاب الصیام حدیث نمبر: ۲۶۴۶، مسند امام احمد وذخائرِ محمدیہ از ڈاکٹر محمد علوی مالکی مکۃ المکرمہ ۲۱)

۱۳. کیا صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے میلاد کے واقعات بیان نہیں کیے؟ اگر نہیں تو پھر ہم تک کیسے یہ روایات پہنچیں؟ (بحوالہ کتب احادیث وسیرت وتاریخ بے شمار حوالہ جات) کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہر مجلس محفل میلاد نہ تھی؟

۱۴. کیا منکرین کے پاس عید میلاد النبی ﷺ منانے کی ممانعت کے لیے کوئی حدیث موجود ہے؟

۱۵. محفل میلاد میں حضور علیہ السلام کے اوصاف حمیدہ اور عظمت بیان کی جاتی ہے اگر یہ بیان کرنا بدعت ہے تو اسلام کس کو کہتے ہیں؟

۱۶. اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کسی مومن کے شہید ہو جانے پر اُسے مردہ کہنے سے منع کیا ہے تو حضور علیہ السلام کو مردہ کہنے والا کیا مسلمان رہ جائے گا؟ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۱۵۴)

۱۷. جس نبی کا ذکر خود خدا بلند کرے کیا کوئی مسلمان ذکر کرے تو مشرک ہو جائے گا یا روکے تو مسلمان رہ جائے گا؟ (سورۃ الم نشرح، پارہ ۳۰)

۱۸. کیا حضور ﷺ نے نہیں فرمایا کہ مجھے اپنی امت کے شرک میں مبتلا ہونے کا کوئی ڈر نہیں ہے؟ (بخاری شریف، کتاب المناقب، مسلم شریف کتاب الفضائل ومسند احمد بن حنبل ۴/۱۵۳)

۱۹. کیا آپ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ میری امت میں ایک گروہ وہ آیات جو کفار کے لیے اتریں، انہیں مسلمانوں پر لاگو کرے گا اور شرک کے فتوے لگائے گا؟

(بخاری شریف جلد: ۳، حدیث نمبر: ۱۰۳۲، مسلم شریف، حدیث نمبر: ۲۳۶۵، ۲۳۴۶)

۲۰. کیا حضور علیہ السلام نے خارجیوں کے متعلق نہیں فرمایا کہ اے مومنو! تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے سامنے حقیر سمجھو گے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے سامنے حقیر سمجھو گے اور اپنا قرآن پڑھنا ان کے قرآن پڑھنے کے سامنے حقیر سمجھو گے مگر وہ ایمان والے نہیں ہوں گے ایمان ان سے ایسے نکل چکا ہوگا جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے اور نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی؟

(بخاری شریف حدیث: ۱۸۲۲، مسلم شریف، حدیث: ۲۳۶۶، ۲۳۶۳)

۲۱. کیا خارجیوں نے صحابہ کرام پر شرک وکفر کے فتوے نہیں لگائے تھے؟

۲۲. کیا حضور ﷺ نے خوارج کو جہنمی کتے نہیں فرمایا تھا؟

(ابن ماجہ، جلد: ۱، حدیث: ۹، مشکوٰۃ، باب مرتد وفسادیوں کا قتل)

۲۳. کیا خوارج شفاعت بالوجاہت، حوض کوثر بعد از وصال وسیلے، کرامات اور معجزات کے منکر نہیں تھے؟ (فتاویٰ حدیثیہ صفحہ نمبر ۱۱۶، شرح فقہ اکبر)

۲۴. کیا خوارج اپنے سوا سب مسلمانوں کو کافر نہیں کہتے تھے اور بدعاتِ حسنہ کے باعث جو مسلمانوں نے رائج کر لی تھیں انہیں شرک قرار نہیں دیتے تھے؟

(شرح فقہ اکبر وتاریخ خوارج صفحہ ۱۷۳-۱۷۸)

حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کے قیام کو بدعت حسنہ قرار دیا اور اس پر عمل پیرا ہوئے اور فرمایا: نعمت البدعة هذه یہ تو اچھی بدعت ہے۔

(بخاری، مشکوٰۃ شریف باب قیام رمضان)

۲۵. کیا خوارج نے رسول کریم ﷺ کے جسمانی معراج کا انکار نہیں کیا ہے؟

(تہذیب العقائد، عقائد نسفی)

۲۶. کیا خوارج بزرگوں کی تعظیم کو شرک تصور نہیں کرتے ہیں؟

(غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۸۱ تا ۲۸۳، مذاہب الاسلام صفحہ ۴۵۶ تا ۵۱۲)

۲۷. کیا آپ کے عقائد خوارج کے عقائد سے ملتے جلتے تو نہیں ہیں؟

۲۸. ولادت کی خوشی میں جلوس اور محافل کے مخالفین بتائیں کہ انہوں نے کبھی بھی اور کسی بھی نوعیت کے جلوس نہیں نکالے اور کبھی محفلیں منعقد نہیں کیں اگر ایسا کرتے ہیں تو پھر جلوس اور محافلِ میلاد پر اعتراض کیوں؟

۲۹. مسلمانوں میں بدعات پر غم کھانے والے بتائیں کہ آج حرم پاک اسی طرح ہے جس طرح کہ حضور ﷺ کے زمانۂ اقدس میں تھا۔ کیا حضور ﷺ کے زمانۂ اقدس میں غلاف کعبہ تھا۔ زمزم کا مقام ایسے تھا۔ صفا و مروہ کی موجودہ شکلیں تھیں۔ کیا سعی کرنے والی جگہ اسی طرح ہے جس طرح حضور ﷺ کے زمانۂ اقدس میں تھی؟ کیا حرم پاک میں حضور ﷺ کے زمانۂ اقدس میں سپیکر پر اذان و نماز باجماعت ہوتی تھی اور حرم شریف کے دروازوں کے نام تھے؟ کیا اس طرح کی صفیں اور قالین بچھتے تھے؟ اور اسی طرح دن رات بجلی کی فضول خرچی تھی۔ کیا موجودہ امام کعبہ کی طرح حضور ﷺ کی ریش مبارک چھوٹی چھوٹی تھی؟ کیا مدینہ پاک میں مسجد نبوی ﷺ اسی طرح ہے جس طرح حضور ﷺ کے زمانۂ اقدس میں تھی؟ اس کی تفصیل بہت ہے۔

۳۰. کیا دورِ رسالت ﷺ کے وقت دینی مدارس اسی طرح تھے جس طرح آج ہیں کہ ان کا سلیبس ہوتا تھا اور امتحانات اس طرح ہوا کرتے تھے؟ کیا قرآن موجودہ شکل میں تھا؟ کیا قرآن کے رکوع اور آیتوں کے نمبر اس طرح کے ہوتے تھے اور ان پر زیر زبر، شد مد لگی ہوئی تھیں۔ قرآن پر اعراب کس دور میں لگے؟ قرآن کس نے جمع کیا اور اس کو کس نے اچھا کام قرار دیا؟ (بخاری شریف، جلد ۲، کتاب فضائل القرآن) کیا جمعہ کی دوسری اذان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں نہیں شروع ہوئی تھی؟ (بخاری شریف، جلد ۱، کتاب الجمعہ) کیا یہ کام ثواب سمجھ کر کیے گئے یا مسلمانوں کو بدعات میں دھکیل دیا گیا۔

۳۱. کیا دورِ نبوی ﷺ میں سیرت کے جلسے ہوا کرتے تھے؟ کیا صحابہ ایک مقام پر تبلیغ کے لیے سال بعد جمع ہوتے تھے اور ٹولیوں کی شکل میں بستر اٹھا کر تبلیغ کے لیے جایا کرتے تھے اور چلّے کاٹتے تھے؟ کیا ختم بخاری شریف ہوا کرتا تھا؟ اگر یہ سب کچھ جائز اور کارِ ثواب سمجھ کر

کیے جاتے ہیں تو محافلِ میلاد پر اعتراض اور فتوے کیوں؟ کیا یہ تعصب عناد اور دشمنی صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نہیں ہے؟

۳۲. نبی پاک ﷺ کی تعظیم، توقیر، تقدیس، احترام اور آپ کی عظمت و رفعتِ شان اور محاسن و کمالات کا اعتراف کرنے کی بجائے اور آپ کے محاسن و کمالات، فضائل، مناقب بیان کرنے کی بجائے ان سے روکنے والا کیا مسلمان کہلانے کا حقدار ہے؟

۳۳. کیا یہ حدیث پاک نہیں "اگر کوئی اسلام میں اچھا طریقہ رائج کرے تو اس کے لیے اجر و ثواب ہے؟" (باب مشکوٰۃ شریف باب العلم، مسلم شریف)

۳۴. کیا حضور ﷺ نے نہیں فرمایا ہے کہ "جس کام کو مومن اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہوتا ہے۔" (مسند امام احمد بحوالہ ذخائر محمدیہ از ڈاکٹر محمد علوی مالکی مکۃ المکرمہ، ص: ۳۱۴)

۳۵. کیا حضور ﷺ نے نہیں فرمایا کہ "میری امت میں مجھ سے زیادہ محبت رکھنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے وصال کے بعد پیدا ہوں گے۔"

(مسلم شریف و مشکوٰۃ شریف، باب ثواب هذه الامة)

۳۶. کیا حضور ﷺ نے نہیں فرمایا کہ "جب تک میں تمہارے نزدیک اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں تم مومن نہیں ہو سکتے۔" (بخاری شریف کتاب الایمان والنذور)

۳۷. کیا حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ "مجھے تم پر اس شخص کا ڈر ہے جو قرآن پڑھے گا جب اس پر قرآن کی رونق آ جائے گی تو مسلمانوں پر شرک کی تہمت لگائے گا اور وہ پڑوسی پر تلوار چلائے گا۔"

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، مسند امام ابو یعلیٰ موصلی صحیح ابن حبان، جلد ۱، حدیث: ۸۱، ۸۲، کنز العمال، جلد ۳، حدیث: ۸۹۸۵)

۳۸. کیا حضور ﷺ نے عبداللہ لقب حمار کو شراب پینے پر کوڑے مارنے کا حکم دیا تو ایک آدمی نے اس پر لعنت کی تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا تھا کہ "اس پر لعنت نہ بھیجو یہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت کرتا ہے۔" (بخاری شریف، کتاب الحدود، ۲۲،۰۰۱)

۳۹. کیا آپ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ "وہ (خارجی) قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا؟"

(بخاری شریف، جلد ۲، حدیث: ۱۳۸۰، مسلم شریف، کتاب الزکوٰہ، حدیث: ۶۳۴۹)

◆ کیا حضور ﷺ نے نہیں فرمایا تھا کہ ''میری امت کا شرک میں مبتلا ہو جانے کا مجھے ڈر نہیں ہے'' تو پھر مسلمانوں پر ہی شرک کے فتوے کیوں؟

(بخاری شریف، کتاب المناقب و مسلم شریف، کتاب الفضائل و مسند امام احمد بن حنبل: ۴/۱۵۳)

عید میلاد النبی ﷺ منانے سے روکنے والوں سے ان سوالات کا جواب ضرور لیں۔ یہود و نصاریٰ، ہنود اور منافق تو یہی چاہتے ہیں۔

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد (ﷺ) اس کے بدن سے نکال دو

❖❖❖❖

دعوت فکر و عمل

(حضرت علامہ مولانا عبدالمبین نعمانی قادری دامت برکاتہم العالیہ)

۱- اپنے ایمان و عقیدے کو مسلک اہل سنت و جماعت کے مطابق رکھیے جو صحابۂ کرام اور اسلاف عظام بزرگانِ دین اور امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کا مسلک تھا۔

۲- نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ تمام تر کوشش سے ادا کیجئے کہ کوئی ریاضت، مجاہدہ ان فرائض کی ادائیگی کے برابر نہیں۔

۳- تمام گمراہ فرقوں سے بچیئے اور آئندہ نسل کو ان کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کیجئے۔

۴- ایک سچے مسلمان بن کر زندگی گزاریئے اور اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کیجئے۔

۵- جزوی اور معمولی باتوں کو اختلاف وشقاق کا ذریعہ نہ بنایئے اختلاف سے بہر حال دور رہیے۔

۶- آپ کو اسلام پسند ہے تو کفار و مشرکین کو بھی اسلام کی دعوت دیجئے تاکہ خدا کی زمین پر خدا کا دین برپا ہو اور اسلام کا علم چاروں طرف لہراتا نظر آئے۔

۷- حسنِ اخلاق کے پیکر بن جایئے بدخلقی اور ترش روئی کو دور بھگایئے اور دوسروں کو اپنے اچھے اخلاق سے متاثر کرنے کی کوشش کیجئے۔

۸- غیروں کو اپنا بنایئے اور اپنوں کو دور ہونے سے بچایئے۔

۹- بدکرداری، فحاشی و بے حیائی اور بددیانتی سے معاشرے کو پاک کرنے کے لیے جذبۂ جہاد سے کام لیجئے ہر کام میں اخلاص وللہیت کو جگہ دیجئے خود غرضی و جاہ طلبی کے مذموم جذبے سے اپنے کو پاک کیجئے۔

۱۰- آج معاشرے میں برائیوں نے جڑ پکڑ لی ہے اور گناہوں کا رنگ موٹا ہو چکا ہے اس لیے اصلاحی اقدامات کو تسلسل کے ساتھ انجام دینے کی سخت ضرورت ہے۔

۱۱- اپنے اسلامی بھائیوں کو نیکیوں کی دعوت دیجئے، برائیوں سے بچائیے اور خود بھی نیکیوں سے آراستہ ہو کر برائیوں کا مقابلہ کیجئے تا کہ اصلاحی تدابیر زیادہ مؤثر ہوں۔

۱۲- حلال کمانے اور حلال ہی کھانے کی عادت ڈالیے کہ کھانے پینے کا ذہن وضمیر پر براہ راست اثر پڑتا ہے آدمی جیسا کھاتا ہے اس کا باطن بھی ویسا ہی بنتا ہے۔

۱۳- حرام مال سے بہ شدت بچئے کہ اس کا وبال بہت ہی سخت ہے حرام کھانے والوں کا ٹھکانا حدیث میں جہنم بتایا گیا ہے۔

۱۴- معاملات کی صفائی اور سچائی کو اپنا شعار بنائیے۔

۱۵- قرض سے دور بھاگیے اور اگر قرض ہو گیا ہو تو جلد تر ادا کیجئے کہ شہید کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر قرض معاف نہیں ہوتا ہے اور قیامت کے دن اُس کا انجام بہت بھیانک ہوگا۔

۱۶- والدین، بہنوں، بھائیوں اور پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے بھر پور کوشش کیجئے کسی کا حق غصب کر کے غضب الٰہی کو دعوت مت دیجئے۔

۱۷- اپنی بچیوں کی شادی کے لیے صحیح العقیدہ اور نیک لڑکے اور بیٹوں کے لیے نیک لڑکی تلاش کیجئے۔

۱۸- جہیز کی مانگ سے یکلخت پرہیز کیجئے کہ جہیز مانگنا بھیک مانگنا برابر ہے، دونوں حرام اور بدانجام ہیں۔

۱۹- روزانہ ایک پارہ یا نصف پارہ کلام پاک کی تلاوت کیجئے اور اس کو سمجھنے کے لیے ترجمہ کلام پاک کنزالایمان مع خزائن العرفان کو مطالعہ میں رکھیے۔

۲۰- اپنی اولاد کو اچھی تعلیم وتربیت سے آراستہ کیجئے کہ اولاد کے بارے میں بھی قیامت کے دن سوال ہوگا۔

۲۱- دین کا ہر کام اور تمام عبادتیں صرف خدا کی رضا وخوشنودی کے لیے انجام دیجئے اور ریا ونمائش سے پرہیز کیجئے۔

۲۲- میلاد شریف کی محافل میں شیرینی کے ساتھ علمائے اہل سنت کی دینی کتابیں بھی تقسیم کیجئے تا کہ دینی تعلیم کو فروغ ہو۔

۲۳- ہر شہر ہر قریہ میں اسلامی دینی لائبریریاں قائم کیجئے اور اس میں علمائے اہل سنت کا لٹریچر ذخیرہ کیجئے کہ یہ تبلیغ دین کا بہترین ذریعہ ہے۔

عنواناتِ اعلیٰ حضرت

پروفیسر حافظ محمد شکیل اوج

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کی قابلِ فخر اور یگانہ روزگار شخصیت ہیں ان کی زندگی کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں پر علماء اور اسکالرز بہت عرصہ سے کام کر رہے ہیں مگر ہنوز وہ ان کے باب میں اپنی کم علمی اور بے بساطی کے کھلے دل سے معترف اور اقراری ہیں۔

زیرِ نظر نگارش، امام احمد رضا کے اُس گوشۂ علمی سے متعلق ہے جس کا تعلق ان کے تحریر کردہ کتب ورسائل کے اسمائے گرامی سے ہے۔ تاہم اپنے موضوع کے اظہار و بیان کے لیے سرِ دست ہم نے صرف تین عنوان منتخب کیے ہیں جو کہ یہ ہیں۔ (۱) اسلوبیت (۲) جامعیت اور (۳) حسن صوتیت۔

اُسلوبیت

اعلیٰ حضرت کے اکثر کتب ورسائل کے اسماء کا اسلوبِ بیان وہی ہے جو بیشتر متقدمین کا ہے۔ جبکہ اُسی عہد میں اکثر مصنفین کے ہاں اُس کے ترک کا رجحان پایا جاتا ہے (اور اب تو یہ رجحان بہت فروغ پا چکا ہے) قدیم اُسلوب کے ترک کی وجہ شاید اسلاف سے عدمِ واقفیت ہو (کماحقہ) اور اس کی وجہ محض جدیدیت ہو سکتی ہے۔ بناء بریں مصنفوں کی روشِ تن آسانی نے انہیں علم وتحقیق سے دور کر دیا تھا۔ وہ قدیم ذخیرۂ اسلاف کو اس لیے خیر باد نہیں کہہ رہے تھے کہ وہ اُن کے کام کا نہ تھا بلکہ اس لیے چھوڑ رہے تھے کہ وہ ان کی سمجھ سے بالا تھا۔

امام احمد رضا نے اپنی علمی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اولاً قدیم سرمایۂ علم وفن کو دیکھا۔ پھر اُس کے آئینہ میں حال کا بغور جائزہ لیا اور یوں اپنے اخلاف کو ایک بار پھر اُس اُسلوبِ نگارش سے آشنا کر دیا جو ان کے اسلاف کا تھا، تا کہ بعد میں آنے والوں کے لیے ان کے متقدمین کا ذخیرۂ علمی محض اپنے ناموں کی وجہ سے غیریت کا شکار نہ ہو جائے۔ کہ اسمائے کتب کا مشکل یا اجنبی ہونا حصولِ افادہ میں ضرور مانع وحارج ہوتا ہے۔

ذیل میں ہم متقدمین کی مشہور کتابوں کا ذکر کرتے ہیں تا کہ اعلیٰ حضرت کا اسلوب بیان زیادہ

نکھر کر سامنے آسکے چنانچہ سب سے پہلے تفسیرِ قرآن کے تحت لکھی جانے والی کتابوں کا عنوان دیکھئے:

ابن جریر طبری	کی	جامع البیان فی تفسیر القرآن
علامہ ثعلبی	کی	الکشف و البیان عن تفسیر القرآن
ابن عطیہ	کی	المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز
علامہ بیضاوی	کی	انوار التنزیل و اسرار التاویل
امام نسفی	کی	مدارك التنزیل و حقائق التاویل
علامہ خازن	کی	لباب التاویل فی معانی التنزیل
علامہ آلوسی	کی	روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثانی
علامہ ثعالبی	کی	الجواهر الحسان فی تفسیر القرآن اور
		الذهب الابریز فی غرائب القرآن العزیز
علامہ سیوطی	کی	الدرر المنثور فی التفسیر الماثور اور
		الاتقان فی علوم القرآن
شاہ ولی اللہ دہلوی	کی	الفوز الکبیر فی اصول التفسیر اور
		فتح الرحمٰن فی ترجمة القرآن وغیرہ

بطور مشتے نمونہ از خروارے آپ نے اسلاف کی کتابوں کا عنوان دیکھا۔ اب اسی علم (یعنی تفسیرِ قرآن) کے تحت کتبِ اعلیٰ حضرت کے عنوانات بھی ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے کہ اسمائے کتب کا جو اُسلوب متقدمین کے ہاں پایا جاتا ہے وہ اعلیٰ حضرت کے ہاں بھی بہ تمام وکمال موجود ہے۔

۱- آپ نے آیت کریمہ ان اکرمکم عند الله اتقاکم۔۔۔ الخ کے تحت سیدنا صدیق اکبر کی تفصیل پر ایک کتاب لکھی اور اُس کا عنوان یہ رکھا:

الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی

۲- ریح اور ریاح کے اطلاق کے فرق کو ظاہر کرنے کے لیے قلم اُٹھایا تو ایک کتاب لکھ ڈالی جس کا نام رکھا:

نائل الراح فی فرق الریح و الریاح

۳- اجابتِ دعا کے معانی اور دعا کا اثر ظاہر نہ ہوتا دیکھ کر مایوس ہو جانے کی سفاہت وحماقت

پر ایک کتاب تحریر فرمائی اس کا نام رکھا:

انوار الحکم فی معانی میعاد استجب لکم

۴- آیت پاک ان اللّٰہ عندہ علم الساعة و ینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام۔۔۔ الخ کے تحت میڈیکل ریسرچ اسکالرز کا ردِ بلیغ کرتے ہوئے ایک کتاب تصنیف فرمائی، جس کا نام یہ ہے:

الصمصام علیٰ مشکك فی آیته علوم الارحام

۵- سورۂ فاتحہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل کثیرہ پر ایک کتاب یادگاری چھوڑی جس کا عنوان یہ منتخب کیا:

النفحة النائحه من مسك سوره الفاتحه اور

۶- ایک بے نظیر ترجمۂ قرآن بنام کنز الایمان فی ترجمة القرآن بھی رقم فرمایا جس کا تکملہ ۱۹۱۱ء کو ہوا۔

☆☆☆

یونہی اشاعتِ حدیث کے لیے متقدمین نے جو کتب ورسائل اور حواشی وشروح تحریر فرمائے تھے ان میں بھی اُن کا اُسلوب وہی تھا، جو اشاعتِ تفسیر کے لیے وضع کیا گیا تھا۔ ملاحظہ ہو:

ابن العربی	کی	کتاب المسالك فی شرح مؤطا مالك
علامہ سیوطی	کی	التوشیح علیٰ جامع الصحیح (شرح بخاری) اور
		الدیباج علیٰ صحیح مسلم بن الحجاج (شرح مسلم)
		مرقاة الصعود الیٰ سنن ابی داؤد (شرح ابوداؤد)
امام قسطلانی	کی	منهاج الابتهاج بشرح مسلم بن الحجاج
شیخ سراج	کی	شرح الزوائد علیٰ الصحیحین و ابی داؤد اور
		ماتمس الیه الحاجه عن سنن ابن ماجه
شیخ عبدالحق دہلوی	کی	لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰة المصابیح اور
		اشعة اللمعات فی شرح مشکوٰة وغیرہ

اور اب حدیث واصولِ حدیث کے تحت امام احمد رضا نے جو کتب ورسائل تصنیف فرمائے

ہیں۔ ذیل میں ان کے عناوین بھی ملاحظہ کیجئے۔ یہاں بھی آپ کو اسلاف کا رنگ صاف دکھائی دے گا۔ مثلاً

۱- علم کے فضائل میں تخریجِ حدیث کے موضوع پر آپ نے جو کچھ لکھا، اُس کا عنوان یہ رکھا:

النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب

۲- تخریجِ حدیث میں عالمِ دین کو کس کس بات کا لحاظ درکار ہے، اس امر کو واضح کرنے کے لیے یہ عنوان باندھا:

الروض البهیج فی آداب التخریج

۳- حدیثِ لَوْلَاکَ کا انکار کرنے والوں کے ردّ میں جو رسالہ تحریر فرمایا اُس کا نام منتخب فرمایا:

تلالو الا فلاك بجلال حديثِ لولاك

۴- نفاقِ اعتقادی اور عملی کے فرق کو واضح کرنے کے لیے احادیث کثیرہ پر مشتمل:

انباء الحذاق بمسلك النفاق

۵- وہ کون سے اعمال ہیں جن کے سبب حقوق العباد سے نجات ممکن ہے، کے موضوع

اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد

۶- فرشتوں کی پیدائش اور موت پر جو رسالہ تحریر فرمایا اس کا نام تجویز فرمایا:

الهداية السار که فی خلق الملٰئِکة۔

۷- اور سیدنا امیر معاویہ کے فضائل و مناقب پر جو رسالہ لکھا وہ یہ تھا:

الاحاديث الراويه لمدح الامير المعاويه

☆☆☆

موضوعِ متذکرہ پر آپ نے اعلیٰ حضرت کی کتب، اسلاف کی کتب کے ساتھ دیکھیں اور اس سے پیشتر موضوعِ تفسیر پر بھی چند کتب ملاحظہ کیں۔ قصہ کوتاہ! آپ جس جس علم وفن کے تحت امام احمد رضا کی کتب دیکھیں گے۔ ان میں سے بیشتر کا اُسلوب وہی دکھائی دے گا جو اسلاف کے ہاں دکھائی دیتا ہے۔ پچپن سے زائد علوم وفنون پر اعلیٰ حضرت کی بیسیوں کتابیں ذیل میں پیش کی جاسکتی ہیں مگر طوالت کا خوف دامن گیر ہے وگرنہ ہم ہر علم وفن کے تحت متقدمین کی کتب اور اس کے بعد کتب اعلیٰ حضرت کے عنوانات مختصر تعارف کے ساتھ ضرور دکھاتے۔ بہر حال یہ امر واقعہ

ہے کہ امام احمد رضا نے اپنے تحریر کردہ اکثر کتب و رسائل کے عنوان میں جو اُسلوب اختیار کیا وہ اُسلوب اسلاف کے ہاں رائج تھا، جسے اُس دور کے اکثر مصنفین ترک کرتے جا رہے تھے۔ (جن میں سے بعض مصنفین کی کتب دلیل کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر معذور ہوں کہ پھر بھی وہی خوف مانع ہے یعنی خوف طوالت۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت نے اپنے معاصرین کی جدید روش کو بروقت بھانپ لیا۔ جن کے عنوان جدیدیت کا رنگ لیے ہوئے تھے اور بہت کم نگارشات وتحریرات ایسی تھیں کہ جن میں اسلاف کے اسلوب کا اتباع کیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے ان کا اتباع کر کے اسلامیانِ برصغیر کو اُن کے عظیم علمی ورثہ سے مانوس رکھا اور یوں حال کو اُس کے شاندار ماضی سے کٹنے نہ دیا۔

جامعیت

اسے دوسرے لفظوں میں ہمہ گیری کہتے ہیں جب ہم کسی کو جامعیت کا حامل قرار دیتے ہیں تو اُس کا صاف، واضح اور دوٹوک معنیٰ یہی ہوتا ہے کہ اس میں تمام مطلوبات سمٹ کر آ گئے ہیں۔ یہ جامعیت بڑی وسیع الاطلاق شے ہے۔ درحقیقت یہ جملہ خوبیوں کی جامع ہوتی ہے اور اعلیٰ حضرت کی کتابوں کے اسماء کا ایک وصف یہ بھی ہے۔

کسی بھی کتاب کا عنوان درحقیقت اُس کتاب کے نفس مضمون کا مظہر ہوتا ہے بلکہ اگر اُسے کتاب کا ''انتہائی خلاصہ'' کہا جائے تو یقیناً بجا ہوگا مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ باوجود اس امر کے کوئی عنوان ہی ایسا ہوگا کہ جس میں کتاب کے تمام مندرجات سمٹ کر آ گئے ہوں۔ اِلاّ ماشاء اللہ! یہی وجہ ہے کہ ان کتابوں کے عناوین فہرست مضامین کا شدید تقاضہ کرتے ہیں۔ گویا عنوان مظہر کتاب بننے سے قاصر و عاجز دکھائی دیتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ امام احمد رضا کے معاصرین میں وہ مصنفین کہ جنہوں نے جدید اسلوب کو اپنایا ان کی کوئی کتاب ایسی نہ تھی کہ جو محض اپنے نام سے ہی اپنے مندرجات کو ظاہر کر سکتی کیونکہ ان ناموں میں وہ جامعیت ہی نہ تھی کہ جو ان کتابوں کی جملہ خوبیوں کی مظہر بنتی یا مندرجات نگارش کا مکمل احاطہ کرتی مگر اعلیٰ حضرت چونکہ اپنے عہد کی جامع العلوم والفنون شخصیت تھے اور ایسی جامع کہ جامعیت کا اثر ان کی کتب اور عنوان کتب پر بھی پڑا تھا۔ چنانچہ ان کے کتب ورسائل کے اکثر عنوان اپنے مشمولات کا آئینہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کہیں

فہرست بناتے نظر نہیں آتے اِلّا یہ کہ خال خال ان کی بعض کتابوں میں جو فہرست مضامین پائی جاتی ہے وہ محض الحاقی واضافی ہے۔ آپ ان کی کسی بھی کتاب کا عنوان دیکھ لیجئے۔ عنوان کی جامعیت آپ کو اپنی فہرست سے قطعاً بے نیاز کر دے گی۔ ایسی جامعیت کہیں کہیں دیکھنے میں آتی ہے۔ ذیل میں ہم اعلیٰ حضرت کے بعض کتب و رسائل کے عنوان اور اُن کا ترجمہ درج کر رہے ہیں جس سے آپ کو موضوع زیر بحث کا بخوبی اندازہ ہو سکے گا اور یہی امر ہمارے دعوے کی بین دلیل بھی ہے۔

۱- الحجة الفائحه لطیب التعین و الفاتحه
مہکنے والی حجت، فاتحہ اور دن کی تعیین پر۔

۲- منبه المنیه لوصول الحبیب الی العرش و الرویه
حضور عرش پر تشریف لے گئے اور دیدارِ الٰہی سے بے قیدِ جہت ومکان مستفید ہوئے۔

۳- بدر الانوار فی آداب الآثار
روشنیوں کا چاند (بزرگوں کی) نشانیوں کے آداب میں۔

۴- ابر المقال فی قبلة الاجلال
بوسۂ تعظیمی کے لیے صحیح ترین قول۔

۵- اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء
(الف) حضور کو دافع البلاء (بلاؤں کو دور کرنے والے) کہنے والوں کے لیے امن اور سربلندی ہے۔
(ب) اکمال الطامه علٰی شرك سوی بالامور العامه
(وہابیوں کے اُس) شرک پر بھرپور قیامت ڈھانا جو اُمور عامہ کی طرف (موجود کی ہر قسم پر صادق) ہے۔

۶- صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین۔
چاندی کے پتر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کے ساتھ مصافحہ (کرنے کے بیان میں)

۷- جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة۔
ختم نبوت کا انکار کرنے کی وجہ سے اللہ کا بدلہ اپنے دشمن کو

۸- صلوٰة الصّفا فی نور المصطفٰی۔

نورِ مصطفٰی کے بیان میں صفائی باطن کے انعامات

۹- نفی الفیٔ عمن استنار بنوره کل شیٔ۔
اُس ذاتِ اقدس کے سائے کی نفی، جس کے سائے سے ہر مخلوق منور ہوئی۔

۱۰- الزهر الباسم فی حرمة الزکوٰة علٰی بنی هاشم
کلیوں کا تبسم اس امر پر کہ بنی ہاشم پر زکوٰۃ لینا حرام ہے۔

آپ نے اعلیٰ حضرت کی کتابوں اور رسالوں کو دیکھا۔ جو اپنے موضوع کا دائرہ بحث متعین کر کے مندرج مشمولات کو محض اپنے ناموں یعنی عناوین میں سمیٹ کر پیش کرنے میں صدفی صد کامیاب دکھائی دیتے ہیں تو اب یہ کہنے میں کیا تامل رہ جاتا ہے کہ اسمائے کتب کے انتخاب میں جو جامعیت ہمیں اعلیٰ حضرت کے ہاں ملتی ہے وہ بہت کم مصنفین کے ہاں پائی جاتی ہے۔

حُسنِ صوتیت

کُتبِ اعلیٰ حضرت کے عنوانات کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ اس میں صوتی حُسن پایا جاتا ہے صوتی حُسن سے مراد ایسی نغمگی اور ترنم ہے کہ جس کا احساس ناظر و سامع کے قلب و ذہن پر وارد ہو۔ چنانچہ جو دلکشی اور روانی اعلیٰ حضرت کے ہاں پائی جاتی ہے وہ بہت کم مصنفین کے حصے میں آئی ہے۔ ان کی تقریباً تمام ہی کتابوں کے عنوان حُسنِ صوتیت کا آئینہ دار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر آپ اُن کی کسی کتاب کا عنوان پڑھیں تو محسوس یہ ہوگا کہ جیسے کوئی شعر پڑھ رہے ہیں۔ شعر چونکہ ظاہراً لفظوں کے خوبصورت تناسب کا نام ہے اور باطناً معنیٰ کے ابلاغ کا باایں وجہ شعر سن کر یا پڑھ کر جو حالت دل کی ہوتی ہے وہ لفظوں میں کماحقہٗ بیان نہیں ہو سکتی۔

وہ مزہ دیا تڑپ نے کہ یہ آرزو ہے دل میں　　مرے دونوں پہلوؤں میں دل بے قرار ہوتا

اور یہ کیفیت اعلیٰ حضرت کے عنوان کتب کو دیکھ کر بھی قائم ہو جاتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت کی کتابوں کے نام ادق اور مشکل دکھائی دیتے ہیں لیکن گستاخی معاف! ان ناموں کی دقت دراصل آپ کی سہل انگاری ہے اور یہی سہل انگاری ان ناموں کے حسنِ صوتیت کے وقوف میں مانع و حارج ہے۔ اگر آپ کو امام احمد رضا کی کتابوں کے نام پڑھنے آتے ہیں (پڑھنے سے مُراد صحت لفظی و معنوی دونوں مطلوب ہیں) تو یقین کیجئے کہ یہ

یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ پر اُس کے حسن صوتیت کا اجالا بہ آسانی منعکس نہ ہو جائے دلیل میں بعض عنوان ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے کہ ان میں کتنا صوتی حسن موجود ہے۔ہم وزن اور ہم قافیہ الفاظ یقیناً کسی شاعر کا حسین تخیل معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن ۲۔ الھدایۃ المبارکہ فی خلق الملیکہ

۳۔ بریق المنار لشموع المزار ۴۔ تمہیدِ ایمان بآیات قرآن

۵۔ دوام العیش فی الائمۃ من قریش ۶۔ الروض البھیج فی آداب التخریج

۷۔ انباء الحذاق بمسلك النفاق ۸۔ الھاد الکاف فی حکم الضعاف

۹۔ السوء و العقاب علی المسیح الکذاب

۱۰۔ بذل الصفا لعبد المصطفٰی ۱۱۔ معدل الزال فی اثبات الھلال

۱۲۔ الحلاوۃ و الطلاوۃ فی کلم توجب و التلاوۃ

۱۳۔ برکات الامداد لاھل الاستمداد ۱۴۔ لمعتہ الضحٰی فی اعفاء اللحٰی

۱۵۔ تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصلٰوۃ و الصیام

۱۶۔ الھادی الحاجب عن جنازۃ الغائب ۱۷۔ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ

(اور اسی قبیل کی بیسیوں دیگر کتب)

آخر میں احوال واقعی کے بطور عرض ہے کہ پیش نظر مضمون میں جن عناوین کے تحت جائزہ لینا مقصود تھا اُن میں اسلوبیت، جامعیت اور حُسن صوتیت کے ساتھ ساتھ معنویت، مقصدیت، عربیت، حُسن ادبیت، کاملیت اور تاریخیت جیسے عنوانات بھی شامل تھے مگر ہنگامی مصروفیات کے باعث بقیہ عنوانات پر ہنوز کچھ کہنے سے قاصر ہوں۔یار زندہ صحبت باقی!

❖❖❖❖

سالانہ عرسِ مبارک حکیم محمد موسیٰ امرتسری

رپورٹ: محبوب عالم تھابل

حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری کو ہم سے بچھڑے چودہ سال ہوگئے۔آج مورخہ ۱۹/ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۴/نومبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار ان کا سالانہ عرس مبارک جامع مسجد حضرت میاں میر بالا پیر میں زیر صدارت حضرت سید مقبول محی الدین گیلانی سجادہ نشین کیتھل شریف منعقد ہوا۔نقابت کے فرائض جناب متین کاشمیری نے ادا کیے۔جلسہ کا آغاز بعد از نماز عصر تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا۔حافظ محمد رمضان کی تلاوت کے بعد نعت شریف کے لیے صاحبزادہ فاروق محی الدین کو دعوت دی گئی۔جنہوں نے قصیدہ بردہ شریف کے دو اشعار پر ہی اکتفا کیا۔بعدہٗ علامہ محمد شہزاد مجددی صاحب کو دعوتِ خطاب دی گئی۔آپ اس وقت کسی اور جگہ پر بھی مدعو تھے جس کی وجہ سے خطاب مختصر کیا۔آپ اپنے مخصوص انداز میں یوں گویا ہوئے:

''حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ وہ ہے جو ہمارے ممدوح اور صاحبِ عرس حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کا مرجع عقیدت رہی ہے۔حکیم صاحب کا مزاج اور طبیعت یہ تھی کہ میں بہت پہلے، لڑکپن میں ہاتھ میں ایک کتاب لیے درس دینے کے لیے جا رہا تھا۔حکیم صاحب اپنے مطب ۵۵/ ریلوے روڈ کے تھڑے پر کھڑے تھے۔میں نے گزرتے ہوئے سلام کیا۔مجھے فرمانے لگے: کہاں جا رہے ہو؟ میرے ہاتھ میں ''فیضانِ سنت'' تھی۔میں نے کہا کہ درس دینے جا رہا ہوں۔اس پر آپ نے ایک بڑا تاریخی جملہ فرمایا جو میرے دل و دماغ پر فوراً نقش ہوگیا، آج تک ہے اور ہمیشہ رہے گا۔فرمانے لگے: ''ہندوستان میں یہ جو ہمارا دین اور اسلام ہے، یہ خانقاہ کے ذریعے پھیلا تھا۔یہ جو تم کر رہے ہو، ٹھیک ہے لیکن کبھی میاں میر صاحب جا کر بھی بیٹھا کرو اور وہاں بھی لوگوں کو درس دیا کرو'' جب

بھی میں یہاں آتا ہوں، حکیم صاحب کا یہ فقرہ، یہ صحن، یہ جگہ، یہ درودیوار، یہ ماحول دیکھ کر مجھے یہ بات یاد آتی ہے اس نباضِ قوم کی، جنہیں ہم حکیم اہلِ سنت کہتے ہیں۔ وہ سچ مچ اہلِ سنت کی نبضوں پہ ہاتھ رکھ کر ان کے مسائل کی تشخیص فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ ملکہ اور یہ کمال دیا تھا۔ اللہ کرے کہ ان کی جو فکر اور سوچ تھی اس کو ہم عملی طور پر ظہور پذیر ہوتے ہوئے دیکھ سکیں اور وہ جو خانقاہوں کی رونقیں تھیں، جو تصور ہمارے ان بزرگوں کے ذہن میں تھا، وہ پھر بحال ہو سکے اور اہلِ مزار بزرگوں کی تعلیمات بظاہر ان کے صحنوں اور خانقاہوں میں عملی شکل کے اندر ہمیں نظر آئیں۔

اس خطاب کے بعد قاری شوکت علی فریدی صاحب کو نعت شریف کے لیے بلایا گیا جنہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی یہ نعت سنائی:

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
''نہیں'' سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

اسی طرح اور نعت کے لیے محمد ارشد صاحب کو دعوت دی گئی جنہوں نے حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام سنایا:

نگاہِ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں
لیے ہوئے یہ دلِ بیقرار ہم بھی ہیں

مندرجہ بالا نعتوں کے بعد سید جمیل احمد رضوی صاحب سابق چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو دعوتِ خطاب دی گئی۔ انہوں نے اپنے خطاب میں بتایا کہ:

''حکیم صاحب نے اپنا ذخیرۂ کتب پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور کو عطیہ کر دیا تھا۔ اُس وقت اس ذخیرہ میں ساڑھے پانچ ہزار کتب تھیں اور اس ذخیرہ میں سلسلۂ چشتیہ کے بنیادی مآخذ اور مصادر شامل تھے۔ سلسلہ چشتیہ کے حوالے سے لاہور میں اتنا بڑا ذخیرہ ہمیں اور کہیں نہیں ملا۔ میں یہ بھی عرض کروں کہ حکیم صاحب بعد ازاں بھی برابر کتابیں بھجواتے رہے۔ آج اس ذخیرہ میں چودہ ہزار سے زیادہ

کتابیں ہیں۔ میں محمد ریاض ہمایوں صاحب اور میاں زبیر احمد صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ حضرت داتا گنج بخش کو خراجِ عقیدت پیش کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے ''مطب موسوی'' کی روایات کو ہر اعتبار سے زندہ رکھا ہے۔ یہ کتابیں چھاپتے ہیں، مفت تقسیم کرتے ہیں۔ جن لوگوں کو دوائی لینے کی استطاعت نہیں ہوتی، ان کو مفت دوائیاں بھی دیتے ہیں۔ یہ حکیم صاحب کا روحانی فیض ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری ملک کی سب سے قدیم اور بڑی لائبریری ہے جس میں ساڑھے پانچ لاکھ کے قریب کتابیں ہیں اور اس میں چوبیس ہزار کے قریب قلمی کتابیں ہیں۔ پاکستان میں کسی سرکاری ادارے میں اتنی قلمی کتابیں نہیں ہیں۔ کتاب علم کو اپنے سینے میں محفوظ رکھتی ہے:

سید جمیل احمد رضوی صاحب کے اس خطاب کے بعد مولانا فاروق شریف صاحب کو نعت کے لیے دعوت دی گئی جنہوں نے یہ نعت سنائی:

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے، لو جب تو بن آئی ہے

اس کے بعد محمد اسلم صاحب کو بھی نعت کے لیے بلایا گیا جنہوں نے اعلیٰ حضرت کا یہ کلام سنایا:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

بعد ازاں محمد اسد سعیدی صاحب کو بھی دعوتِ نعت دی گئی۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کی لکھی ہوئی ایک منقبت سنائی جس کے بعد میاں خالد حبیب الٰہی صاحب (سابق اٹارنی جنرل) کو دعوتِ خطاب دی گئی۔ آپ نے اپنے خطاب میں حکیم صاحب کی کرامات کا ذکر ان الفاظ میں کیا

''جہاں پر حکیم صاحب کا مطب ہے، اس کا مقدمہ چل رہا تھا۔ حکیم صاحب نے اپنا وکالت نامہ مجھے دے دیا۔ میں ڈرتا رہا کہ میں تو بالکل نیا وکیل ہوں اور یہ کیس اہم ہے۔ استادِ محترم حکیم قریشی صاحب نے بھی حکیم صاحب سے کہا کہ ابھی یہ بچہ ہے۔

اس کے بس کی بات نہیں کہ یہ آپ کے مقدمے کو deal کرے لیکن حکیم صاحب نے کہا کہ میرا کیس یہی کرے گا اور انہوں نے مجھے کہا کہ آپ بالکل فکر نہ کریں کہ ہم اگر مقدمہ ہار جائیں گے تو کیا ہوگا۔ دکان ہمارے پاس ہی رہے گی، یہ کہیں نہیں جائے گی۔ یہ حکیم صاحب کی کرامت سمجھیے کہ وہ مقدمہ ہم ہار گئے مگر اس کے باوجود دکان آج تک حکیم صاحب کے پاس ہی رہی۔ ریاض ہمایوں صاحب اسی دکان پر مطب کرتے ہیں۔''

میاں صاحب کے اس خطاب کے بعد یہ نشست نمازِ مغرب کے لیے برخاست کر دی گئی۔
نمازِ مغرب کے بعد دوسری نشست کے آغاز ہی میں خطیب حضرت میاں میر مولانا ثاقب افضل منہاس صاحب کو دعوتِ خطاب دی گئی۔ آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا:

''اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ اس کا سادہ سا ترجمہ یہ ہے کہ علم والے اور بے علم برابر نہیں ہو سکتے اور حکیم محمد موسیٰ امرتسری قادری ضیائی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا جو درس ہے، اس کا خلاصہ یہی ملتا ہے کہ انہوں نے علم دوستی کی ہے، علماء دوستی کی ہے، کتاب دوستی کی ہے اور بالخصوص امام اہلِ سنت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کی نشر و اشاعت کا جو بیڑا اُٹھایا ہے، ان کی نظیر نہیں ملتی۔

حکیم صاحب ایک مستور الحال ولی کامل تھے یعنی وہ اظہار نہیں کرتے تھے، خاموش رہتے تھے۔ متواضع تھے، منکسر المزاج تھے۔ اعلیٰ حضرت ایسے ہی لوگوں کے لیے فرماتے ہیں کہ:

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

ان کے بعد محمد عثمان شاہ صاحب نے اعلیٰ حضرت ﷫ کی یہ نعت شریف پڑھی:

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا
ساتھ ہی منشیِ رحمت کا قلمدان گیا

اس نعت کے بعد اختتامی خطاب کے لیے مفتی علامہ ارشد القادری صاحب کو دعوت دی گئی۔ آپ نے بتایا کہ:

''میں نے امام احمد رضا نور اللہ مرقدہٗ کو ۳۴ برس پڑھا اور علامہ اقبال کو تقریباً ۲۸ برس تک پڑھا ہے۔ اور حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک مدت تک مطالعہ کرتا رہا۔ اقبالؔ کے بارے میں میرا تجزیہ یہ ہے کہ اقبالؔ منزل کا نام نہیں بلکہ وہ جستجو ہے۔ ابتدا سے انتہا تک اقبال جستجو ہے۔ امام احمد رضا خاں ابتدا سے انتہا تک منزل کا نام ہے۔ پاکستان کی سرزمین پر امام احمد رضا خاں کا تعارف کرانے والی اصلی اور حقیقی شخصیت کا نام حکیم موسیٰ امرتسری ہے۔...... اب اگر کوئی کہے کہ ہم نے امام احمد رضا کو متعارف کرایا تو کوئی حرج نہیں لیکن اس کہنے والے کو یہ بھی کہنا چاہیے کہ مجھے بھی امام احمد رضا خاں کا تعارف حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے کروایا ہے۔''

اس خطاب کے بعد رسم چادر پوشی ادا کی گئی اور ''مقابر چشتیاں'' پر علامہ ارشد القادری صاحب نے دعا فرمائی۔ بعدۂ مزار بابا تھے شاہ (خلیفہ حضرت میاں میر) پر حسب سابق لنگر سے شرکاء کی تواضع کی گئی۔ یوں یہ ''محفلِ موسوی'' اپنے اختتام کو پہنچی۔''

اس حکیم اہلِ سنت پہ لاکھوں سلام

❖❖❖❖

منقبت اعلیٰ حضرت

(چہار در یک-Four in one)

ڈاکٹر صابر سنبھلی سیف خاں سرائے، سنبھل، مرادآباد

نوٹ: اس منقبت کو درج ذیل چار طریقوں سے پڑھا جائے۔

(الف) پورے پورے مصرع پڑھے جائیں۔

(ب) بریکٹ میں درج جز کو بریکٹ سے پہلے جز سے ملا کر پڑھا جائے۔

(ج) بریکٹ میں درج جز کو بریکٹ کو بعد مندرج جز کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔

(د) صرف بریکٹ میں مندرج الفاظ کو پڑھا جائے۔

غم گین ہوں (صدمے ہیں لاکھوں جان پر) پیارے رضا، لیجے خبر
للہ ہو (میری طرف بھی اک نظر) پیارے رضا، لیجے خبر
کس سے کہوں (انکار کی یلغار ہے) جینا بھی اب دشوار ہے
حالت ہے یہ (مجھ کو نہیں اپنی خبر) پیارے رضا، لیجے خبر
حالات پر (کچھ بس نہیں چلتا مرا) مجبور ہوں، اب کیا کروں؟
میں روز و شب (رہتا ہوں ہر دم چشم تر) پیارے رضا، لیجے خبر
ہے عرض یہ (ہم درد کوئی بھی نہیں) دشمن ہیں سب، اندھیر ہے
قسمت سے کچھ (ایسا ہوا ہوں دربدر) پیارے رضا، لیجے خبر
یہ کیا ہوا؟ (آلام کی بوچھاڑ ہے) جینا بھی اب دشوار ہے
حیران ہوں (مشکل میں ہیں قلب و جگر) پیارے رضا، لیجے خبر
میری صدا (سنتا نہیں کوئی بھی اب) بے تاب ہوں، مایوس ہوں
کس سے کہوں (فریاد ہے سب بے اثر) پیارے رضا، لیجے خبر

جہاد بالسیف جہاد بالنفس جہاد بالقلم

کفر و الحاد کے خلاف ہر محاذ پر قیامت تک جہاد جاری رہنا چاہیے

مرکزی مجلس رضا لاہور

(سن تاسیس: ۱۹۶۸ء)

جہاد بالقلم

جاری رکھے ہوئے ہے!

آپ بھی مجلس رضا کی رکنیت اختیار فرما کر
اس جہاد میں شمولیت کا شرف حاصل کریں۔